**درس حدیث**

*محمد اظہر مدنی*

# صلہ رحمی کی فضیلت

**عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ أنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من سرہ أن یبسط اللہ فی رزقہ وأن ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ (صحیح بخاری وشرح ۵۲۸۵ کتاب الطلب باب من یبسط بہ فی الرزق لصلۃ الرحم۔**

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جسے پسند ہے کہ اس کی روزی میں کشادگی ہو اور اس کی عمر لمبی کردی جائے تو چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔

**تشریح:** قرآن وحدیث میں متعدد جگہوں پر صلہ رحمی کا ذکر آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی کرنے والوں کے لیے خوشخبری دی ہے۔''صلہ'' یہ ایک ایسا لفظ ہے جو اخلاق کریمانہ کی تمام شکلوں کو شامل ہے۔اور لفظ''رحم'' کا اطلاق رشتہ داروں پر ہوتا ہے۔اس طرح مذکورہ عنوان کا مفہوم ہوا کہ اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرنا، ان کے کام آنا، خندہ پیشانی اور خاکساری سے پیش آنا اور ان کی غلطیوں کو درگذر کرنا وغیرہ۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلہ رحمی کا بہت بڑا درجہ اور مقام ہے اور صلہ رحمی کو برتنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآئَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتہ ناطہ توڑنے سے بھی بچو یقینا اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔(سورہ نساء:۱)

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا (الاسراء:۲۶) اور رشتہ داروں اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو۔وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَاب اور اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور وہ حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں۔(سورہ الرعد ۲۱) رشتے ناطے کو مضبوط کرتے ہیں جوڑتے ہیں توڑتے نہیں ہیں من جملہ تمام رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ضروری ہے اور ان رشتہ داروں میں سب سے زیادہ جو صلہ رحمی کا مستحق ہے وہ والدین ہیں اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے حق کا ذکر کیا ہے وہیں والدین کے حقوق کا بھی ذکر فرمایا ہے چنانچہ والدین کو ہمیشہ مقدم کرنا چاہیے بالعموم صلہ رحمی کی بیشمار فضیلتیں ہیں صلہ رحمی کرنے والا شخص کبھی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں ہوتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور جب اس سے فارغ ہوئے تو رحم نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کی جگہ ہے جو قطع رحمی سے میری پناہ مانگے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے جوڑوں گا جو تم سے اپنے آپ کو جوڑے اور اس سے توڑ دوں گا جو تم سے اپنے آپ کو توڑ دے **اما ترضین ان اصل من وصلک واقطع من قطعک** تو رحم نے کہا اے رب کیوں نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس یہ تجھ کو دیا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جی چاہے تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو۔(سورہ محمد ۲۲) ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے قطع رحم کرنے والے کو سخت وعید سنائی ہے بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں: **لا یدخل الجنۃ قاطع** قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پیارے نبی سے ہمیشہ ایسے اعمال کے بارے میں سوال کرتے تھے جس پر عمل پیرا ہو کر جنت میں داخل ہو جائے حضرت ابو ایوب انصاری ؓ سے مروی ہے ایک آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسا عمل بتایئے جسے میں کر کے جنت میں داخل ہو جاؤں اس پر لوگوں نے کہا کہ اسے کیا ہو گیا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اسے اس کی ضرورت ہے پوچھنے دو اس کے بعد رسول اکرم ؐ نے انہیں بتایا کہ **تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلاۃ وتؤتی الزکاۃ وتصل الرحم** اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو نماز قائم کرتے رہو زکاۃ ادا کرتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو یہی وہ اعمال ہیں جو تمہیں جنت میں لے جائیں گے۔

مذکورہ تمام احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ رزق میں کشادگی، عمر میں درازی ایک دوسرے پر شفقت ورحمت اور اخوت ومحبت ایک دوسرے سے معانقہ، سلام، نرم بات، حلم وبردباری اور مال خرچ کرنا وغیرہ صلہ رحمی سے حاصل ہوتی ہیں اور اللہ تعالی کے نزدیک یہ تمام اعمال بہت محبوب ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ صلہ رحمی کرنے والے کے گناہ کو معاف کردیا جاتا ہے اور رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رشتہ داروں پر صلہ رحمی کرنے سے دوگنا اجر ملتا ہے۔حضرت سلمان بن عامر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: **الصدقۃ علی المسکین صدقۃ وعلی ذی الرحم ثنتان صدقۃ وصلۃ** مسکین پر صدقہ کرنا صدقہ ہے اور رشتہ داروں پر مال خرچ کرنا صدقہ ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔یعنی دوگنا اجر ہے۔عید الاضحیٰ رشتہ ناتے کو جوڑنے کا ایک اہم موقع ہے۔اس موقع پر ہم غریبوں، ضرورت مندوں اور خاص طور پر اپنے غریب رشتہ ناتے داروں کا خصوصی خیال رکھیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو صلہ رحمی کی اہمیت وفضیلت اور اس کے فوائد کو سمجھنے کی توفیق ارزانی بخشے اور اس پر قائم ودائم رہنے کی خصوصی عنایت بخشے۔**وصلی اللہ علی نبینا محمد**

ترجمان

مدیر مسئول

اصغرعلی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی    مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی    مولانا شہاب الدین مدنی    ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی    مولانا طہ سعید خالد مدنی    مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

| | |
|---|---|
| درس حدیث | ۲ |
| اداریہ | ۳ |
| تربیت اولاد میں ماؤں کا کردار | ۸ |
| مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ | ۱۰ |
| عیدالاضحی ۔ احکام ومسائل | ۱۲ |
| قربانی اور ضعیف وموضوع روایات | ۱۶ |
| صفت ارادہ | ۱۹ |
| دین رحمت اور رسول رحمت | ۲۲ |
| عورت اور پردہ | ۲۵ |
| عید قرباں (نظم) | ۲۷ |
| اپنے بچوں کے مستقبل کا نقشہ کیسے تیار کریں؟ | ۲۸ |
| مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز | ۱۸ |
| جماعتی خبریں | ۳۱ |
| عید قرباں کے موقع پر خصوصی اپیل | ۳۲ |

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ———— ۱۵۰/روپے

فی شمارہ ———— ۷/روپے

پاکستان ———— ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ: www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل: jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اصغرعلی امام مہدی سلفی

اداریہ

# تبدیلیِ عادت وجبلت

# امکانیات وتدابیر

انسان طبعی طور پر نرم یا گرم مزاج ہوتا ہے۔ فطرتاً اس کے اندر مختلف و متضاد قسم کی عادات و کیفیات پائی جاتی ہیں۔ کچھ لوگ تو طبعاً سخت مزاج ہوتے ہیں جبکہ وہ پیدائشی طور پر انتہائی نرم خو ہوتے ہیں۔ ایک انسان دوسرے انسان سے مختلف ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ایک ہی نسل کے لوگ ایک دوسرے سے بالکل جدا لگتے ہیں، اٹھنے میں، بیٹھنے میں، نشست و برخاست میں، بات وچار میں اور عام زندگی کے احوال و اطوار میں ان کے اندر بنیادی طور پر فرق وامتیاز پایا جاتا ہے۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے افعال واقوال اور طبیعت وفطرت سے الگ ہوتا ہے، ایک خطے کے لوگ دوسرے خطے والوں سے ممتاز ومنفرد ہوتے ہیں۔ اشخاص واقوام کے بارے میں مشاہدات وتجربات یہی بتاتے ہیں کہ انسان کے دل ودماغ سے لے کر برتاؤ اور رہن سہن تک میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ جس طرح افریقی لوگوں کا ایک مخصوص مزاج ہوتا ہے۔ یورپی اور ایشیائی باشندوں کا کچھ اور ہی سبھاؤ ہوتا ہے۔ اس میں بود وباش، آب وہوا، کھان پان، غذا وفضا اور موسم وموقع کا بھی دخل ہوتا ہے۔ وقت اور حالات بھی انسان کو نوع بنوع اور مختلف رخ پر ڈالتے ہیں۔ قرآن کریم میں انسان کی خلقت اور اس کی پیدائش سے متعلق متعدد جگہوں پر ذکر آیا ہے اور اس کے مختلف قوام وخمیر بتائے گئے ہیں۔ کہیں ’’نطفة امشاج‘‘ (مرد وعورت کا ملا جلا نطفہ) تو کہیں ’’ماء مهين‘‘ (حقیر پانی) تو کہیں ’’طين لازب‘‘ (لیس دار مٹی) تو کہیں ’’فخار‘‘ (ٹھیکری) اور عام طین کا بھی ذکر آتا ہے۔ اور یہ تو مسلّم ہے کہ انسان مٹی سے بنا ہے اور اسی کا پتلا ہے۔ اور مٹی بھانت بھانت کی ہوتی ہے۔ رنگ کے اعتبار سے بھی، نرم وگرم کے حساب سے بھی، سہل وسخت کے اعتبار سے بھی، کالے گورے، مٹیالے، بھورے، سرخ وسفید اور پیلے نیلے کی حیثیت سے بھی۔ ہر مٹی کی خاصیت الگ الگ ہوتی ہے۔ مٹی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور اس کے مختلف ومتعدد اور متنوع الخواص ہونے میں بھی نزاع نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’الناس معادن

كمعادن الذهب و الفضة'' (مسلم) ''انسان کانوں کی طرح ہیں، جیسے سونے اور چاندی کی کانیں ہوتی ہیں''۔

اسی مٹی سے سونا بھی نکلتا ہے اور چاندی بھی، تانبا بھی پیدا ہوتا ہے اور لوہا بھی۔ کوئلہ بھی نکلتا ہے اور پتھر بھی۔ پھر غور کرو تو ان میں سے بعض چیزیں بالکل قیمتی اور وزنی ہوتی ہیں۔ بعض بالکل رخیص، سستی وارزاں۔ خود سونے چاندی کی قیمت میں واضح اور بڑا نمایاں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح لوگوں میں بھی کچھ بہت قیمتی ہوتے ہیں، کچھ بالکل سستے، فٹ پیتھے اور گرے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث پر غور فرمائیں، اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ان الله تعالىٰ خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الارض، فجاء بنو آدم على قدر الارض ، جاء منهم الاحمر والابيض والاسود وبين ذلك، والسهل والحزن وبين ذلك والخبيث والطيب وبين ذلك''۔ ''اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر حصہ سے ایک مٹھی مٹی لے کر اس سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، چنانچہ ان کی اولاد میں مٹی کی مناسبت سے کوئی لال، کوئی سفید، کوئی کالا اور کوئی ان کے درمیان کی رنگت کے ہیں۔ اسی طرح کچھ نرم مزاج اور کچھ سخت مزاج ہیں اور کچھ ان دونوں کے درمیان کے مزاج والے ہیں۔ اسی طرح کچھ بری طبیعت کے ہیں اور کچھ اچھی طبیعت کے ہیں اور کچھ ان دونوں طبیعتوں کے درمیان کے ہیں۔'' کانٹے اور پھول ساتھ ساتھ ایک ہی مٹی سے اگتے ہیں طرح طرح کے پھول، بھانت کے جھاڑ جھنکاڑ، انواع واقسام کے فواکہ ومیوہ جات اور قسم قسم کے غلہ جات ایک ہی کھیت اور باغ میں پیدا ہوتے ہیں اور رنگ وبو اور مزہ ولذت میں میٹھے کڑوے اور کسیلے ہوتے ہیں۔ لوگوں کا حال بھی یہی ہے:

والناس مثل دراهم قلبتها
فاصبت منها فضة و زيوفا

''انسان کی مثال دراہم کی سی ہے جب اس کو الٹ پلٹ کر جانچتا ہوں تو بعض تو بالکل چمکتی چاندی ہوتے ہیں جبکہ دیگر بالکل کھوٹے نکل آتے ہیں۔''

آپ کے ملاحظہ میں یہ بات آتی رہتی ہے کہ کچھ لوگ بڑے قیمتی اور باوقار ہوتے ہیں مگر وہیں کچھ لوگوں کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہوتی ہے۔ اسی لیے بعض حضرات اس سے غلط معنی ومفہوم نکالتے ہیں اور یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ انسانی طبائع چینج نہیں ہوتے، اس کے اوپر اس کی طبیعت اور مزاج ہی کا غلبہ ہوتا ہے، اس کے خلاف کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا آسان ہے مگر انسان کی فطرت تبدیل کرنا بیحد مشکل وناممکن ہے۔ اس سلسلہ میں لوگوں نے بڑے بڑے ڈائیلاگ، امثال، مقولے اور محاورے چھوڑ رکھے ہیں۔ اور ہر زبان میں اشعار واقوال کی بھرمار ہے۔ سنئے ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

پانی میں ہے آگ لگانا دشوار
بہتے دریا کو پھیر لانا دشوار
دشوار سہی مگر نہ اتنا جتنا
بگڑی ہوئی قوم کو بنانا دشوار

قصص وحکایات کا تو پوچھو مت۔ اسی سلسلہ کی ایک کہانی ایک مصیبت زدہ مگر تجربہ کار بڑھیا کی زبانی امام لغت وحدیث اصمعی رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے کہ ایک مرتبہ میں صحرانوردی اور بادیہ پیمائی کر رہا تھا کہ ایک بڑھیا سے ملاقات ہوئی جو غمگین وحزیں بیٹھی تھی، اس نے اس کی وجہ ایک بھیڑیا کی طرف اشارہ کر کے یہ بتائی کہ یہ جو بھیڑیا ہے نا، جنگل میں لاوارث بچہ کی صورت میں پڑا ہوا ملا تھا۔ میں اس پر رحم کھا کر اسے اٹھا کر گھر لے آئی اور میں نے اپنی بکری کے پاس رکھ کر ایسا مانوس کر دیا کہ یہ اس کا دودھ پینے لگا۔ وہ بکری اس کو دودھ پلاتی اور اس کی دیکھ ریکھ کرتی رہی۔ جونہی یہ پل بڑھ کر جواں ہوا بکری کی ضعیفی، بوڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے اس پر حملہ آور ہو گیا اس کا پیٹ چاک کر کے اس کا خون چوس لیا اور گوشت وپوست ہضم کر گیا۔ میں مصیبت کی ماری مرثیہ خوانی کر رہی ہوں اور اس کی درندگی کو یاد کر کے ماتم کناں ہوں کہ جس نے اپنی زندگی میں بھیڑیا ماں باپ کو دیکھا تک نہیں۔ انسانوں اور بز وبکری میں پلا بڑھا اس کے اندر چیر پھاڑ کھانے کی عادت وخصلت بھلا کیوں کر آسکتی تھی! مگر حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی اپنی طبیعت ومزاج کو فراموش نہیں کر سکتا۔ پھر اس نے یہ اشعار سنائے:

بقرت شويهتي و فجعت قلبي
وانت لشاتنا ابن ربيب
غذيت بدرها ونشأت معها
فمن أنباك أن أباك ذيب
اذا كان الطباع طباع سوء
فلا أدب يفيد ولا أديب

''تو نے میری بکری کو چیر پھاڑ کر کھا لیا اور میرے دل کو صدمہ پہنچایا، جبکہ تو میری بکری کی رضاعی اولاد تھا۔ تجھے اس کے دودھ سے غذا ملی اور تو نے اس

کے ساتھ پرورش پائی تو پھر تجھے کس نے بتا دیا کہ تیرا باپ بھیڑیا تھا۔ اگر کسی کی فطرت وطبیعت ہی بری ہو تو کوئی ادب اور ادیب اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔‘‘

یہ اور اس طرح کے قصے بے شمار بیان کیے جاتے ہیں، اس کی دلیل دی جاتی ہے اور یوں مایوسی پھیلائی جاتی ہے کہ فطرت اور مزاج، نیچر اور عادات و طبائع کا بدلنا ممکن نہیں۔ ’’کل شئ یرجع الی اصلہ‘‘۔ ورنہ اس کو بھیڑیا سے کیا نسبت۔ حالانکہ یہ بات کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔ کیوں کہ قوموں، جماعتوں اور افراد کے مزاج کو تبدیل کرنا ممکن نہ ہوتا تو وعظ ونصیحت، دعوت وتبلیغ اور نصح وتذکیر کے کیا معنی؟ انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت کی کیا حقیقت اور کیا مطلب؟ اور امر و نہی، وصیت ونصیحت اور وعظ و ارشاد کے کیا معنی!؟ انبیاء ورسل کی بعثت اور کتابوں کا نزول آخر کس لیے؟ تکلیف مالا یطاق ویسے بھی درست نہیں۔ دین اسلام کا مسلمہ قاعدہ اور اصول وضابطہ ہے کہ انسان اپنا مزاج بدل ڈالنے پر قادر ہے۔ اسی لیے اسے ہر حال میں مکلف بنایا گیا ہے کہ وہ دین وایمان کے تابع زندگی گذارے اور اللہ ورسول کے فرامین و مرضی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالے۔ اس کو بدل ڈالنا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَاسَوّٰىهَا ۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (الشمس: ۷-۱۰) ’’قسم ہے نفس کی اور جس نے اسے درست کیا۔ پھر سمجھ دی اس کو برائی کی اور بچ کر چلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا‘‘۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ’’وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ‘‘ (العنکبوت: ۶۹) ’’اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے۔ یقینا اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے‘‘۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ ’’لا تغضب‘‘ غصہ نہ کرو۔ آپ نے اس بات کو بار بار دہرایا۔

اللہ کے رسول ﷺ کی ایک دوسری حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا: ’’اللہ سے ڈرتے رہو، جہاں کہیں بھی رہو۔ اور گناہ کے سرزد ہوتے ہی فوراً نیکی کرو تا کہ وہ بدی مٹ جائے، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے رہو۔

اس لیے کبھی مت کہو کہ بری عادت چھوٹ نہیں سکتی۔ مزاج میں تبدیلی لانا ممکن نہیں۔ میں اس کا خوگر ہو چکا ہوں، میری گھٹی میں یہ بات پڑ چکی ہے، میں اس کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ یہ اور اس قسم کی خرافات اور وساوس سے بچو اور مردانہ وار ہر بری عادت وخصلت اور بدمزاجی اور بداخلاقی کو یکسر خوش اخلاقی، بلند اطواری اور وفا شعاری میں بدل ڈالو۔ عزم وحوصلے سے کام لو، تم اپنے نفس کی غلامی اور اس کے شر سے بچنے کا عزم کرلو، دیکھو! کیسے انقلاب آتا ہے تمہاری ذاتی زندگی میں بھی اور لوگوں کی زندگی کے دھارے بدل ڈالنے میں بھی، شرط یہ ہے کہ عزم وہمت سے کام لو۔ اور اولوالعزم انبیاء خصوصاً نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ ونمونہ کو سامنے رکھو۔ اس کے لیے چار اہم اقدامات ضرور کرو، پھر دیکھو کہ حالات کے دھارے کیسے بدل جاتے ہیں۔ اور کیسے فرد و جماعت اور ملک وملت میں صالح انقلاب اور بدلاؤ آتا ہے۔ اور کیسے ’اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ‘ (الاعراف: ۱۷۹) ’’یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں‘‘ جیسے مخاطب لوگوں کو ’’کنتم خیر امۃ اخرجت للناس‘‘ (آل عمران: ۱۱۰) ’’تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے‘‘ اور ’’وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا‘‘ (البقرہ: ۱۴۳) ’’ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے‘‘ کے خطاب عالیہ اور القاب کمالیہ سے مخاطب کیا جارہا ہے۔

افراد کی زندگی میں انقلاب صالحہ کے ایسے ایسے نمونے سامنے آئیں گے کہ اس سے دفاتر وکتب بھر جائیں گے اور ذلیل ورسوا اور رذیل ترین لوگ معزز ومکرم ترین انسان قرار پائیں گے، شتربانوں کا گروہ وگہوارہ، قافلہ سالار انسانیت وایمان بن جائے گا اور پوری انسانیت کے لیے نمونہ ومثال اور اہل ایمان کے لیے قیامت تک اسوہ اور کسوٹی قرار دیے جائیں گے۔ ’’فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا‘‘ (البقرہ: ۱۳۷) ’’اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں‘‘۔

تم حضرت انسان ہو، دیگر حیوانات کے مقابلے میں ناطق وعاقل بھی ہو، خلقت وخصلت میں احسن واجمل اور اکرم بنائے گئے ہو۔ حیوانات جو قوت بہیمیہ سے متصف ہیں وہ بھی انسانوں میں رہ کر تعلیم حاصل کر کے اپنی درندگی سے باز آجاتے ہیں۔ کتا جیسا نجس جانور شکار کر کے اپنی محبوب غذا کو منہ تک نہیں لگاتا۔ ہاتھی جیسے عظیم الخلقت جانور کو مہاوت اور انسان کا بچہ بازیچہ اطفال سمجھتا ہے۔ آخر یہ تبدیلی ان حیوانات کے اندر کیسے آتی ہے؟ پھر جب حیوان مفترس اور سباع ووحوش اپنا مزاج بدل کر کارنامے انجام دے رہے ہیں تو

انسان جو احسن واکرم طور پر برپا کیا گیا اور خیر وشر کی تمیز کی طاقت جس کے اندر ودیعت رکھ دی گئی ہے، جانوروں سے بھی گیا گذرا ہوگیا ہے؟ ہرگز نہیں، خصوصا اس سلسلہ میں مفید اقدامات کیے جائیں تو انسان کے اندر ہر سطح پر صالح انقلاب آجائے گا، دل کی دنیا بدل جائے گی۔اور جسم وجان اور ملک ومعاشرہ کی کایا پلٹ ہوجائے گی۔ جیسا کہ ہر دور میں خصوصا دور صحابہ وتابعین اور خیر القرون میں ذلیل ترین لوگ عزیز ورفیع ترین انسان بن گئے اور ہر طرف خیر و فلاح، سعادت وطمانیت اور امن وامان کا دور دورہ ہوگیا۔اس حوالے سے اپنی ذاتی زندگی میں بھی اور جماعتی، ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بھی درج ذیل اقدام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی کام انبیائے کرام علیہم السلام نے بطور کارنامہ انجام دیا تھا، تا آنکہ امت وانسانیت نے برملا گواہی دے دی کہ ’’**نصحت الامة وادیت الامانة وجاهدت فی اللہ حق جهادہ**‘‘۔’’آپ نے امت کو نصیحت فرمادی، امانت کوادا کردیا اور اللہ کی راہ میں کما حقہ جدوجہد کی‘‘۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

اولاً: اپنے اندر عزم مصمم اور سچی لگن پیدا کریں اور پوری قوت، بلند ہمتی، عزیمت اور پوری رغبت کے ساتھ ٹھان لیں کہ اپنے اندر تبدیلی لانی ہے۔ مزاج بدلنا ہے۔طبیعت میں تغیر پیدا کرنا ہے۔اپنے من میں ڈوب کر صدق دلی سے طبیعت میں تبدیلی کی ٹھان لیں۔ دیکھئے کیسے شر اور برائی خیر اور نیکی میں بدل جاتی ہے۔ آپ کو یہ چنداں پروا نہ ہو کہ دنیا ہمیں کیا کہے گی؟ مدح وتعریف اور ذم وتوبیخ سے قطع نظر اندرونی طور پر عزم بالجزم کیے رہیں کہ اپنے اندر تبدیلی لانی ہے۔ اللہ کے نبیؐ فرماتے ہیں، بخاری کی روایت ہے۔’’**انه من یستعفف یعفه اللہ ومن یستغن یغنه اللہ**‘‘ (بخاری) ’’جو سوال سے بچنا چاہتا ہے اللہ اسے بچالیتا ہے اور جو بے نیازی چاہتا ہے اللہ اسے بے نیاز کردیتا ہے۔‘‘

اس سلسلہ میں پوری قوت صرف کردیں۔ اپنی جان جوکھم میں ڈال دیں اور دلچسپی ورغبت صرف اس حد تک نہ ہو کہ میں اپنی بری عادتوں کو بدل کر اچھا بن جاؤں بلکہ دنیا کے اعلیٰ ترین دین واخلاق پر فائز ہوجاؤں، یہ آپ کے مطمح نظر ہو اور ان جوانوں کی امنگوں کا ابال آپ کے سینہ میں موجزن ہو جو کہتے ہیں کہ میں کامیاب وکامراں لوگوں کے ساتھ چلنے کا خواہش مند نہیں ہوں بلکہ وہ جو ممتاز ومتفوق اور ٹاپر، السابقون الاولون کی صف کے مرد میدان ہیں اور ستاروں پر کمندیں ڈالتے ہیں۔ان کے شانہ بشانہ چلنے کے لیے ان کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے منزل ان کو اپنی آسمانوں میں

کے مصداق بنیں۔

ثانیاً: اس عزم وہمت کے باوجود بھی اگر کہیں بھولے بھٹکے طور پر نفس نے سرکشی کرہی دی اور پرانی خصلتوں اور عادتوں پر آمادہ ہوگئی تو اس کی سخت تادیب وتنبیہ کی جائے اور ایسی سزا اور عقاب وعتاب متعین کی جائے کہ پھر نفس کبھی بھڑکنے نہ پائے۔مشہور، بزرگ ابن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نذر ومنت مان رکھی تھی کہ جب بھی کسی انسان کی غیبت وعیب جوئی مجھ سے سرزد ہوجائے تو ایک روزہ ہر حال میں رکھوں گا۔تاکہ نفس امارہ پھر نہ بھڑک جائے۔اپنے نفس کے اس جزر وتوبیخ اور تادیب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنے نفس کے لیے جو سزا میں نے متعین کر رکھی تھی اس نے مجھے بالکل نڈھال کردیا۔ چنانچہ جب بھی میں نے کسی کی غیبت کے لیے منہ کھولا کہ میں نے اگلے دن روزہ رکھنا ضروری سمجھا، اس نے مجھے اور زیادہ مشقت وپریشانی اور تھکاوٹ میں ڈال دیا۔اسی کے ساتھ میں نے ایک اور سزا متعین کی کہ ایسی غلطی پھر سرزد ہوئی تو صدقہ کروں گا۔تو درہم ودینار کے اخراجات اور تاوان وعقاب نے ہماری اصلاح کردی اور میں مکمل طور پر اس بری عادت سے باز آ گیا۔

لہٰذا یہ اہل عزیمت وحکمت کے لیے بالکل لایعنی بات ہے کہ چور چوری سے جائے مگر ہیرا پھیری سے نہ جائے۔اس لیے تمام عادات رذیلہ، اخلاق سیئہ اور گناہوں سے بچنے کے لیے عزم بالجزم کے ساتھ نفس کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے اس کو خوب خوب سزا دیجئے۔طاعت وبندگی اور اطاعت وعبادات الٰہی میں جب نفس کوتاہی کرے تو اس پر اور زیادہ فرائض کے ساتھ نوافل ومستحبات کا بوجھ ڈالتے جائیے۔’’**هی النفس ما حملتها تتحمل**‘‘ نفس کو جتنا مارو گے اور جتنا زیادہ بوجھ اس پر ڈالو گے وہ اس کا خوگر ہوتا چلا جائے گا۔اور آزاد چھوڑو گے تو اس سے بڑا سرکش بھی کوئی نہیں۔

ثالثاً: بری صحبتوں سے باز آجائیے۔مریضوں میں رہ کر کبھی بھی شفایاب اور صحت مند زندگی نہیں گذار سکتے۔ جراثیم کے بھنڈاروں کے بیچ رہ کر تندرستی کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ آپ صحت وصفائی کے لاکھ اپائے اور جتن کریں مگر صحبت مرضیٰ اور اماکن امراض وعلل اور جراثیم سے احتراز نہیں کرتے تو بیماری سے بچ نہیں سکتے۔ کیسے کیسے صحت مند لوگ مریضوں کے بیچ رہ

کر دائمی مریض ہوگئے۔ پھر آپ اشرار اور بری صحبتوں میں رہ کر اپنی اخلاقی بیماریوں سے شفایاب ہوکر کیسے صالح بن سکتے ہیں۔ آپ یہ فرمان رسول اکرمؐ ہرگز نہ بھولیں، ''**المرء علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل**''۔ (ابوداؤد) ''آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے''۔

اس دھوکہ میں ہرگز نہ رہیں کہ مجھے اپنے آپ پر بڑا اعتماد ہے، میں اللہ کی ذات پر بھی یقین رکھتا ہوں، میرا کیرکٹر اتنے لوز نہیں ہے، ہم ایسے ماحول میں پلے بڑھے ہیں کہ ہم کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔ اس لئے بری صحبتیں اور برا ماحول میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ بھی شیطان اور نفس کا بڑا دھوکہ ہے۔ کتنے ہی عقلاء زمانہ، خردمندان عالم اور حکماء وقت صحبت طالح کے شکار ہوکر دنیا وآخرت کی بربادیوں کے شکار بلکہ داستان عبرت بن گئے۔ اور کتنے منشیات، پان بیڑی سگریٹ اور شراب وجوا کے رسیا تائب ہوکر ورع، تقوی اور پرہیز گاری میں ضرب المثل بن گئے۔ اس لئے صحبت صالح ضرور اختیار کیجئے کہ اصلاح و انقلاب نفس ذاتی کا بڑا موثر ذریعہ ہے صحبت اولیاء، اتقیاء اور شہداء وانبیاء سے ہی لوگ کامران وکامیاب ہوگئے۔

صحبت صالح ترا صالح کند　　صحبت طالح ترا طالح کند

اور بقول سعدی شیرازی:

| | |
|---|---|
| بابداں یار گشت ہمسر لوط | خاندان نبوتش گم شد |
| سگ اصحاب کہف روزے چند | پے نیکان گرفت و مردم شد |

یہ تو مسلّم ہے کہ اگر انسان کچھ بھی نہ ہو تو بھی نیک صحبتیں انسان ہی کیا حیوان اور سباع ووحوش اور چرند وپرند کو بھی لائق ذکر جمیل بنادیتی ہیں۔ کیا خوب کہا کسی نے:

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہمیں دانم کہ ہستم

''نیک لوگوں کی صحبت نے ہی میرے اندر یہ ڈر دکھایا ہے ورنہ مجھے اپنی اوقات معلوم ہے''۔

ایک چوتھی بات جس سے کوئی انسان اپنے مزاج کی تبدیلی اور حالات میں تغیر، بہتری اور اچھائی وعمدگی لانے کے لیے بے نیاز نہیں ہوسکتا وہ ہے دعاو مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات۔ خصوصا دعاء نیم شبی اور آہ سحر گاہی۔ خلق خدا جب محو خواب ہو تو رب کے حضور آہ و زاری، شب بیداری اور حاجات و ضروریات کی طلب گاری ہرگز ہرگز نہ بھولیے کہ یہی وہ ہتھیار ہے جو وقت کے دھارے اور طوفانوں کے رخ کو موڑ دیتا ہے۔ آپ کو کچھ پتہ ہے؟ حضرت علیؓ جو رات کے اندھیرے میں محراب کے اندر رب کے حضور تھرتھر کانپتے، روتے اور گڑگڑاتے تھکتے نہ تھے، بیان کرتے ہیں کہ وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو خلق عظیم پر فائز تھا راتوں کی نمازوں اور قیاموں میں یہ دعا کرتا تھا ''**اللهم اهدني لاحسن الاخلاق، لا يهدى لاحسنها الا انت، واصرف عني سيئها لا يصرف عني سيئها الا انت**'' (نسائی) ''اے اللہ! مجھے اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی رہنمائی نصیب فرما، یقینا ان کی طرف تیرے سوا کوئی رہنمائی نہیں کرسکتا اور مجھے برے اعمال اور برے اخلاق سے بچا، یقینا تیرے سوا کوئی مجھے ان سے بچا نہیں سکتا۔''

آپ بھی اپنی عادت ومزاج کو بدلنے کے لیے اور اسے احسن سے احسن کرنے کے لیے ان دواؤں کے ساتھ ان دعاؤں پر مواظبت برتئے۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

آیئے! علماء، طلباء اور صلحاء اپنی موجودہ کسلمندی، غفلت وسستی، فرض منصبی سے دوری اور دیگر بُری عادات اور کوتاہیوں سے نکل کر عزم وہمت اور انبیاء کی وراثت کے شایان شان اور لائق ایمان تبدیلی لائیں۔ سیاست دان اور تمام انسان خصوصا اہل ادیان اور بالاخص اصحاب ومدعیان ایمان تمام طرح کے اعذار واعراض سے تائب ہوکر اپنے اندر تبدیلی اور صالح انقلاب کی فکر کریں کہ ملک وملت اور انسانیت کل کے مقابلے میں آج ہر میدان اور ہر سطح پر اس کی زیادہ محتاج ہے۔ یہ تبدیلی خود کے اندر ہو، دین وایمان، اخلاق وانسانیت کی بنیاد پر ہو۔ مہلک ترین اور وقت کے ناسور تمام عنصریات و تعصّبات، تعنتات، لذات اور تطرفات سے پاک ہوکر ''**کونوا عباد الله اخوانا**'' کی بنیاد پر ہو۔ اور اس مبدأ انسانیت اور ایمان پر ہو کہ ''یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ'' (النساء:۱) ''اے لوگو! اپنے پرورگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا''۔

بنی آدم اعضاء یک دیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چوں عضوے بہ درد آورد روزگار
دِگر عضوہا را نماند قرار

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

# تربیت اولاد میں ماؤں کا کردار

مولانا خورشید عالم مدنی، پٹنہ

ماں اس ہستی کا نام ہے جو زندگی کے تمام دکھوں اور مصیبتوں کو اپنے آنچل میں چھپالیتی ہے۔ جو اپنی زندگی اپنے بچوں کی خوشیوں میں گنوادیتی ہے، ماں دنیائے عظیم کا سب سے خوبصورت تحفہ ہے۔ اس کی ماتا ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی کو ناپا نہیں جاسکتا، یہ کسی نعمت عظمی سے کم نہیں، اس کا پیار ابر رحمت اور باران رحمت بن کر برستا رہتا ہے۔ یہ ایک ایسا پھول ہے جس کی خوشبو سے پورا گھر معطر رہتا ہے، اس کے بغیر تو گھر اندھیرا ہے، بلکہ اس کا سکون غارت ہوتا ہے۔

ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے، اسی تربیت پر بچے کی شخصیت پروان چڑھتی ہے، اوراس کی سیرت کے بننے یا بگڑنے کا انحصار ہوتا ہے، اوراس تربیت کے گہرے نقوش پوری زندگی اسی طرح باقی رہتے ہیں۔ جیسے نقش علی الحجر

تاریخ میں صاحب کردار نیک طینت ماؤں نے اپنے بچوں کی اس سلیقے سے تربیت کی اوراس قرینے سے اسے تراش کر باکمال بلکہ کوہ نور بنادیا کہ وہ انسانی اقدار کے حامل، انسانیت کے لئے مینارہ نور، اعلیٰ اخلاق وکردار سے مزین اور معاشرے کے لئے بڑا مفید ومؤثر بلکہ متاع گراں مایہ ثابت ہوئے، ایسے میں عظیم ماؤں کے بارے میں نپولین نے کہا تھا۔ تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں اچھی قوم دوں گا۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔ قوموں کی تاریخ اور ان کا ماضی وحال ان کی ماؤں کا فیض ہے اور خود اپنی والدہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا۔

تربیت سے میں تری انجم کے ہم قسمت بنا
گھر میرے اجداد کے سرمایۂ عزت بنا

سرسید نے کہا میں آج جس مقام پر ہوں، یہ میری ماں کی دین ہے، مولانا محمد علی جوہر نے کہا، میرے اندر آزادی کی روح اور آزادی وطن کی عظمت کا جذبہ میری ماں نے پیدا کیا۔ اسی طرح امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ جیسے نفوس قدسیہ جو تاریخ انسانیت کی پیشانی کے جھومر بنے اور دنیائے انسانیت کو دنیا وآخرت کی سعادت کا راز بتایا، ان شخصیتوں کو سنوارنے میں اور انہیں کامیابی کے ساحل تک پہنچانے میں ان کی نیک ماؤں کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

دین اسلام والدین کو اولاد کی نشوونما کے ساتھ ان کی صالح تربیت وتادیب کی تعلیم دیتا ہے وہ چاہتا ہے کہ ہم اپنے بچوں میں ایمان وعقیدہ کی روح پھونکتے رہیں، انہیں حق پر چلنے اور اسلام پر مرمٹنے کی دعوت ووصیت کرتے رہیں اس کے لئے ماں باپ دونوں ذمہ دار ہیں اور اولاد کے بگاڑ وفساد کے دونوں جواب دہ ہیں لیکن بچے چونکہ ماں سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں، اس کے اکثر اوقات ماں کے سائے میں گزرتے ہیں۔ باپ بے چارہ تلاش معاش میں اگر گھر سے نکلا تو شام میں اور اگر کسی خلیجی ملک میں چلا گیا تو چند سالوں میں واپس لوٹے گا۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ نے ماں کے آنسو میں بلا کی تاثیر رکھی ہے اس کے چند قطرے شریر بچے کو نرم کردینے اور اسے راہ راست پر لانے کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے بچوں کی تربیت کے حوالے سے ماؤں کی ذمہ داریاں کچھ زیادہ ہی ہیں۔ اور یہی وجہ تو ہے کہ دین اسلام میں تمام انسانی تعلقات اور رشتوں میں ماں کا مقام سب سے بلند اور عظیم ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ پوچھا گیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے پھر سوال کیا اس کے بعد کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے پھر سوال کیا اس کے بعد کون؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں، اس نے پھر پوچھا اس کے بعد کون؟ تو آپؐ نے فرمایا تمہارا باپ (متفق علیہ) اوراس ماں کے تعلق سے احمد شوقی فرماتے ہیں۔

الام مدرسة اذا اعددتها
اعددت شعبا طيب الاعراق

ماں ایک ایسا مدرسہ ہے، اگر آپ اس کی اچھی تربیت کرتے ہیں۔ تو گویا آپ نے ایک اچھی نسل تیار کرلی۔ اوراس وقت سب سے بڑی ضرورت اپنی نسلوں میں ایمان کی حفاظت کی تدبیر کرنی ہے، انہیں فکری ارتداد سے محفوظ رکھنا ہے بقول شیخ ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ یہ تاریخ کا سب سے المناک وخطرناک موڑ ہے، اگر اس طوفان بلاخیز اور فکری ارتداد کی طغیانی کو روکا نہیں گیا تو آئندہ آنے والی نسلوں میں اسلام وایمان کے باقی رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ (نقیب ۲۲ مئی ۲۳)

اللہ نے ہمیں جو نعمت اولاد عطا کی ہے، اس کی عظمت واہمیت کو سمجھنا چاہیے بقول مولانا محمد ولی رحمانی رحمہ اللہ

''یقین مانئے کوہ نور سے زیادہ آپ کا بچہ قیمتی ہے، آپ نہیں جانتے کہ اس کی کیا قیمت ہے۔ اللہ نے اس کے اندر کتنی صلاحیت رکھی ہے، باپ بھی نہیں جانتا، ماں بھی نہیں، دادا بھی نہیں، دادی بھی نہیں، ہر بچہ اللہ کی تخلیق کا شاہکار ہے، اگر اس کو تراشا جائے جس طرح کوہ نور کو تراشا گیا تو چھوٹے سے گاؤں میں بھی بڑے بڑے عالم، زبردست قاری، دین کے خادم اور ڈاکٹر انجینئر پیدا ہوسکتے ہیں۔''

موجودہ دور پرُفتن میں جب کہ ہر لمحہ بچوں کے بگڑنے اور بھٹکنے کے اندیشے پائے جارہے ہیں، اور ہماری غفلت وبے توجہی ان کے حق میں زہر ہلاہل ثابت

ہوسکتی ہے، اس لئے وہ دنیا وآخرت کے خسارے سے بچوں کی اسلامی ماحول میں تربیت کا انتظام کریں، ان کے ہر عمل پر نظر رکھیں اور انھیں اسلامی تعلیمات، اسلامی تاریخ اور اپنے اسلاف کی تاریخ سے واقف کرائیں۔

یہ نعمت اولاد کی ناشکری اور اس کے ساتھ خیانت ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو نماز فجر کے لئے نہیں جگاتیں اور جب اسکول جانے کا وقت ہوتو یہ آواز لگائیں کہ جلدی اٹھو، سویرے اٹھو اسکول کی بس آجائیگی، یہ بھی صحیح ہے کہ کچھ ایسی بھی مائیں ہیں جو اپنے روشن عمل ودلکش کردار سے اولاد کی تربیت اور اس کی فکر وعمل کی دنیا میں ایسی تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں جسے پڑھ کر ایک باضمیر وحساس دل انسان خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ خاتون نے نماز فجر کے لئے اپنے نور نظر کو جگایا اس نے آنکھ نہیں کھولی، نماز ختم ہونے کے بعد دوبارہ اسے بیدار کرنے کی کوشش کی پھر بھی وہ نہیں جاگا، ماں نے اسے سویا ہوا چھوڑ دیا اور اپنی ڈیوٹی پر چلی گئی، بیٹا ایک یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا اور ۹ بجے صبح سے اس کا اکزام بھی، اچانک جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ 9:30 ہورہے ہیں اس نے ماں سے رابطہ کیا اور یہ شکایت کی کہ آپ نے مجھے نہیں جگایا اس لئے میرا امتحان چھوٹ گیا اس وقت ماں یہ جواب دیتی ہے کہ بیٹے! جب میں نے دیکھ لیا کہ تو آخرت کے امتحان میں ناکام ہوگیا تو تیرے دنیا کے امتحان کی میرے نزدیک کوئی حیثیت نہ رہی۔

ماں کی گود ہی اصل تربیت گاہ ہے۔ اسی کارخانے سے ایسے رجال تیار ہوتے ہیں جو زمانے کے دھارے کو موڑ دیتے ہیں زمانہ جس پر ناز کرتا ہے اور صدیاں گزر جانے کے بعد بھی دلوں کے طاق میں اس کی محبت کے چراغ جلتے رہتے ہیں۔

امام اہل السنۃ احمد بن حنبلؒ کی زبانی سنیں۔ حفظتنی امی القرآن وانا ابن عشر سنین وکانت توقظنی قبل صلاۃ الفجر وتحمی لی ماء الوضوء فی لیالی بغداد الباردۃ وتلبسنی ملابسی ثم تتخمر وتغطی بحجابها، وتذهب معی الی المسجد لبعد بیتنا عن المسجد ولظلمة الطریق (مائۃ اخبار السلف الصالح) میری والدہ نے مجھے قرآن حفظ کرادیا اس وقت میں دس سال کا تھا۔ ان کا یہ معمول تھا کہ صلاۃ فجر سے پہلے مجھے جگادیتی تھی اور میرے لئے بغداد کی سرد راتوں میں وضو کا پانی گرم کرتی، مجھے گرم کپڑے پہناتی پھر وہ اپنی چادر میں مجھے چھپالیتی اور اپنے ساتھ مسجد لے جاتی تھی، چونکہ مسجد میرے گھر سے دور تھا اور راستہ تاریک۔

تاریخ کے ہر دور میں اللہ والیوں کو یہ احساس رہا ہے کہ تربیت اولاد ہماری عظیم ذمہ داری ہے اس لئے وہ انہیں لائق وفائق بنانے میں تربیت کے مختلف اسالیب اختیار کرتی تھیں، چنانچہ مریم علیہا السلام کی والدہ زوجہ عمران حضرت مریم کی ولادت پر اللہ سے دعا کرتی ہیں۔ وَاِنِّیۡۤ اُعِیۡذُهَا بِکَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ (آل عمران: ۳۶) اے اللہ میں اسے اور اس کی نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

صحابیات اپنے بچوں کو میدان جنگ میں بھیجتی تھیں، تاکہ وہ جہنم سے بچ جائیں۔ آپ حضرت خنساء، عفراء، عمارہ، صفیہ، ام خلاد، اسماء عبداللہ بن زبیر کی ماں کا کردار دیکھیں، کس طرح انھوں نے اپنے انداز تربیت سے اپنے بیٹے کے عزم وحوصلے میں نئی قوت پیدا کرنے اور راہ حق میں شہیدوں کی صف اول میں پہنچانے کی کوشش کی اور انھیں میدان کارزار کا مجاہد بنایا۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ بڑے عالم تھے، ان کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا مگر گھر کے ابتر معاشی حالات ان کی تعلیم کی راہ میں رکاوٹ بن رہے تھے، ان کی والدہ صاحب علم خاتون تھیں انہوں نے اس مسئلہ کو اپنے عزم اور نیک جذبہ سے دور کیا کہا میرے بیٹے! تم حصول علم میں لگے رہو میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات پورے کروں گی۔

مائیں اگر چاہتی ہیں کہ ان کی اولاد اسلامی تربیت کے سانچے میں ڈھل جائیں اور وہ معاشرہ میں موثر کردار ادا کریں تو ایسا صرف چاہنے سے نہیں ہوگا بلکہ انہیں پہلے صالح کردار وعمل کا پیکر بننا پڑے گا، اپنے ذہن ودماغ میں علم کی عظمت پیدا کرنی ہوگی، آداب فرزندی کے اسرار ورموز کی واقفیت حاصل کرنی ہوگی تبھی وہ اپنی تمناؤں کی تکمیل کرسکتی ہیں اور اپنے گھر اور معاشرہ میں مطلوبہ کردار ادا کرسکتی ہیں۔ اگر وہ خود صاحب کردار نہیں تو کون سا کردار ادا کریں گی اگر وہ تعلیم یافتہ نہیں ہوگی تو دین اسلام کی صداقت وحقانیت کو اور احادیث رسول کی حیثیت کو کیسے سمجھیں گی، اپنی خانگی وازدواجی زندگی کو پر بہار کیسے بنائیں گی۔ اور اپنی اولاد کو اپنے آغوش تربیت میں کیسے ڈھالیں گی۔

اسی طرح اپنے بچوں کی تربیت کا اہتمام بچپن ہی سے کریں، تاکہ وہ اپنے مشن میں کامیاب ہوجائیں۔ ایک عرب شاعر کے بقول۔

قد ینفع الأدب الاطفال فی صغر
ولیس ینفعهم بعدالکثرۃ الأدب
ان الغصون اذا قومتها اعتدلت
ولا یلین اذا قومته الخشب

بچپن میں بچوں کی تربیت زیادہ آسان اور مفید ہے، اس عمر کے گزر جانے کے بعد تربیت زیادہ کارگر نہیں ہوتی۔ نرم شاخ کو جدھر چاہو موڑ دو مڑ جائے گی۔ موٹی لکڑی کو موڑنا چاہو تو نہیں مڑے گی۔

آج ایسی ہی ماؤں کی ضرورت ہے، جو اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں اور اپنی اولاد کی اخلاقی تربیت کریں، تاکہ وہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوں، ان کے لئے صدقہ جاریہ بن جائیں اور ان کی نیک دعائیں درجات کی بلندی کا سبب ہوسکیں۔

واللہ الموفق والهادی الی سواء السبیل

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

# مکہ مکرمہ اور خانہ کعبہ

مولانا اسعد اعظمی / بنارس

اسلام کے پانچویں رکن ''حج'' کی ادائیگی کے ایام جوں جوں قریب ہوتے جارہے ہیں، دنیا بھر کے لاکھوں عازمین کے دلوں میں بیت اللہ شریف کے دیدار کا اشتیاق بڑھتا جارہا ہے۔ ہر شخص اپنا رخت سفر باندھے پرواز سفر کا شدت سے منتظر ہے۔

اس روئے زمین کی یہ اولین عبادت گاہ ہے جسے پوری دنیا کے مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا گیا ہے اور اس طریقہ سے ہر مسلمان دن بھر میں کم از کم پانچ مرتبہ اس سے اپنی قلبی وابستگی کا اظہار کرتا ہے۔

شہر مکہ مکرمہ جہاں اللہ کا یہ گھر قائم ہے وہ بذات خود ایک قابل احترام اور مقدس جگہ ہے۔ اللہ رب العزت نے آسمان وزمین کی تخلیق کے وقت ہی اسے ''بلد حرام'' قرار دیا ہے۔ چناں چہ فتح مکہ کے دن آپ نے فرمایا:

**ان اللّٰہ حرّم مکۃَ یومَ خلقَ السمواتِ والارضَ، فھی حرامٌ بحرمۃِ اللّٰہ الی یوم القیامۃ، لم تحِلَّ لاحد قبلی، ولا تحِل لاحد بعدی۔۔ لا یُنفَّرُ صیدُھا، ولا یُعضَدُ شوکُھا، ولا یُختلٰی خَلاھا، ولا تحِل لُقطتُھا الا لمُنشِد۔۔** (بخاری: ۴۳۱۳، مسلم: ۱۳۵۳)

[اللہ تعالی نے مکہ مکرمہ کو اسی دن حرام قرار دیا تھا جس دن آسمان وزمین کو پیدا کیا، اب یہ اللہ کے حرام ٹھہرانے کی وجہ سے تا قیامت حرام رہے گا۔ یہ نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ٹھہرا اور نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوسکتا ہے۔۔۔ اس کے شکار کو ڈرا کر بھگایا نہ جائے گا، نہ اس کے کانٹے دار درخت کاٹے جائیں گے، نہ یہاں کی گھاس اکھاڑی جائے گی، اور یہاں کی گری پڑی چیز اٹھانی جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو اعلان کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔۔] اس شہر کی عظمت وحرمت ہی کے پیش نظر اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں دو مقامات پر اس کی قسم کھائی ہے۔ (۱) سورۃ البلد، آیت نمبر ۱ میں {لَا أُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ} (۲) سورہ والتین، آیت نمبر ۳ میں {وَھٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِینِ}۔

یہ امن والا شہر ہے، جب کوئی خوف زدہ شخص اس کی حدود میں داخل ہوجائے تو وہ ہر قسم کے خطرے سے محفوظ ہوجاتا ہے، دور جاہلیت میں بھی صورت حال یہی تھی، اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرکے حرم میں چلا جاتا تو مقتول کا بیٹا اسے دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتا تھا بلکہ حرم سے اس کے نکلنے کا انتظار کرتا تھا۔

اس شہر کے ناموں میں سے ایک نام ''ام القریٰ'' ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام بستیوں کی اصل اور مرکز ہے اور دیگر بستیاں اس کے تابع ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ شہر دنیا کے قلب اور مرکز ہی میں واقع ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اپنی ایک حدیث میں اسے روئے زمین کا سب سے افضل اور مقدس مقام قرار دیا ہے، چنانچہ جب آپ مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکل رہے تھے تو آپ نے رک کر مکہ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا: ''**واللّٰہِ إنکِ خیرُ أرضِ اللّٰہ، وأحبُّ أرضِ اللّٰہِ إلی اللّٰہِ، ولولا أني أُخرِجتُ منکِ ما خرجتُ**'' (احمد: ۱۸۷۱۸، ترمذی: ۳۹۲۵، ابن ماجہ: ۳۱۰۸، صحیح)

[اللہ کی قسم، اے مکہ! تو روئے زمین کا سب سے بہتر حصہ ہے اور اللہ کے نزدیک سب جگہوں سے زیادہ محبوب ہے، اگر مجھے یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں نہ نکلتا۔]

اس شہر کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: {یُجْبَی إِلَیہِ ثَمَرَاتُ کُلِّ شَیْءٍ۔ سورہ قصص: ۵۷} [ہر قسم کا پھل وہاں پہنچتا ہے]

یہ بھی ابراہیم علیہ السلا کی دعا کا نتیجہ ہے کیوں کہ آپ نے اپنے بال بچوں کو بحکم الٰہی اس سرزمین پر بساتے وقت یہ دعا کی تھی: {وَارْزُقْھُم مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُونَ۔ سورہ ابراہیم: ۳۷}

[اے اللہ! ان کو کھانے کے لیے پھل دے تاکہ یہ شکر گزار بنیں]

اس دعا کی برکت سے صحرا اور پہاڑیوں والے اس خطۂ ارضی پر انواع واقسام کے پھل، میوے، غلے اور سامان رزق ہر فصل اور ہر موسم میں دستیاب رہتے ہیں جن سے بہت سے ہرے بھرے اور قابل کاشت علاقے محروم رہا کرتے ہیں۔

اس شہر کے بہت سے نام ہیں جن میں سے بعض قرآن میں وارد ہوئے ہیں اور بعض کتب تاریخ میں، مثلا: **البلد الأمین، المأمون، أم القری، أم رحم، صلاح، عرش، قادس، مقدسة، ناسّة، باسّة، حاطمة، رأس، کوثاء، البلدة، البنیة، الخ۔** (تفسیر ابن کثیر)

اس مبارک ومقدس شہر میں کعبۃ اللہ کی تعمیر ہوئی جو اس روئے زمین پر اللہ کی عبادت کے لیے بنایا جانے والا پہلا گھر ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: { إِنَّ

أَوَّلَ بيت وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبَارَکاً وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ- آل عمران:} [بے شک پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، جو برکت والا اور سارے جہان کے لیے ہدایت والا ہے]

اس مبارک گھر کی بھی بہت سی خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اس کی عظمت وتقدس میں چار چاند لگ جاتا ہے۔ ذیل میں چند خصائص درج کیے جا رہے ہیں:

۱- مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے "**صلاةٌ في المسجدِ الحرام أفضلُ من مائةِ ألف فيما سِواه**" [مسجد حرام میں ایک نماز دوسری جگہوں کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے] (احمد: ۱۵۳۰۶، ابن ماجہ: ۱۴۰۶، صحیح)

۲- پوری دنیا کے مسلمانوں کا یہی قبلہ ہے اس کے علاوہ اور کوئی قبلہ نہیں۔ {فَوَلِّ وَجْھَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ- سورہ بقرہ}

۳- یہی وہ جگہ ہے کہ قضائے حاجت کے وقت اس کی طرف رخ کرنا یا پیٹھ کرنا حرام ہے۔ "**إذا أتيتُمُ الغائطَ فلا تستقبِلوا القبلةَ ولا تستدبِروها**" (بخاری: ۳۹۴، مسلم: ۲۶۴)

۴- اس مسجد حرام کے بارے میں بصراحت آیا ہے کہ روئے زمین کی یہ سب سے پہلی مسجد ہے۔ (بخاری: ۳۳۶۶، مسلم: ۵۲۰)

۵- اللہ رب العزت نے اسے "**مثابة للناس**" قرار دیا ہے، چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا: {وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْناً- سورہ بقرہ} [یاد کرو جب کہ ہم نے اس گھر کو لوٹنے کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا]

مفسرین "**مثابة للناس**" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ دنیا بھر سے لوگ برابر اس کی زیارت کے لیے آتے رہیں گے لیکن اس سے سیر نہیں ہوں گے جس قدر اس کی زیارت کا موقع ملے گا اتنا ہی شوق اس کے لیے بڑھتا جائے گا۔ غالبا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہے کیوں کہ آپ نے جب اس بے آب وگیاہ میدان میں اپنے اہل وعیال کو لا کر آباد کیا تھا اس وقت یہ دعا کی تھی کہ {فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ- سورہ ابراہیم} [اے اللہ! کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے]

۶- قرآن کی درج ذیل دو آیتوں میں اللہ رب العالمین نے اس گھر کی کئی خصوصیتیں ذکر فرمائی ہیں:

{ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبَارَكاً وَّهُدًى لِّلْعَالَمِيْنَ- فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيْمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ- آل عمران}

[بے شک پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو بکہ (مکہ) میں ہے، بہت بابرکت اور دنیا جہان کے لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں روشن نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے، اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔ اور اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہے۔]

ان دونوں آیتوں میں خانہ کعبہ کی درج ذیل خصوصیات مذکور ہوئیں:

۱۔ اللہ کی عبادت کے لیے بنایا جانے والا روئے زمین کا یہ سب سے پہلا گھر ہے۔ دوسرے تمام عبادت خانے اس کے بعد بنائے گئے ہیں۔

۲۔ یہ مبارک گھر ہے، اس میں ڈھیر ساری برکتیں اللہ نے رکھی ہیں، مثلا یہاں نیکیوں کا اجر وثواب بہت زیادہ بڑھا کر ملتا ہے، یہاں ہر طرح کے پھل اور میوے وغیرہ ہمہ وقت دستیاب رہتے ہیں، یہاں آب زمزم ہے جو ڈھیر ساری مادی ومعنوی خصوصیتوں کا حامل ہے۔۔ الخ

۳۔ یہ گھر مینارہ ہدایت ہے۔ دنیا جہان سے لوگ یہاں آتے ہیں، اللہ کی عبادت کرتے ہیں، گمراہ راہ راست پاتا ہے، یہاں توحید وسنت کے چرچے سنتا ہے، اسے روحانیت سے بھرا ماحول ملتا ہے جس سے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور بتوفیق الہی گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر لوٹتا ہے گویا آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔

۴۔ اس میں ایمان وہدایت کی متعدد واضح نشانیاں ہیں جن میں سے ایک مقام ابراہیم ہے، اس کے علاوہ حجر اسود، آب زمزم، پھر منی، عرفات، مزدلفہ، وغیرہ۔ یہ سب علامتیں ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے برابر قائم ہیں اور لوگ برابر ان کا مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں۔

۵۔ جو یہاں پہنچ جاتا ہے اسے امن وامان حاصل ہو جاتا ہے، کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا تا آں کہ وہاں سے باہر آ جائے۔

۶۔ صاحب استطاعت شخص پر اس گھر کا قصد کرنا اور حج کرنا فرض ہے اس فریضے کا منکر کفر کا مرتکب مانا جائے گا۔

اللہ رب العزت ہمیں اس مقدس مقام کی عظمت وتقدس کو سمجھنے، برتنے اور دوسروں تک اس کے پیغام کو پہنچانے کی توفیق مرحمت فرمائے اور بار بار اس کی زیارت سے محظوظ ہونے کے راستے آسان کرے۔ **وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔**

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

# عیدالاضحیٰ۔ احکام ومسائل

حافظ صلاح الدین یوسف

عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یارسول اللہ ماھذہ الاضاحی قال سنة ابیکم ابراھیم (رواہ احمد وابن ماجہ، مشکوۃ باب فی الاضحیۃ)

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا: ''یہ قربانیاں کیا ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔''

**قربانی کی اہمیت:** عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من وجد سعة لان یضحی فلم یضح فلا یحضر مصلانا (الترغیب ج۲ ص۱۵۵)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص قربانی کی استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں حاضر نہ ہو''۔

**عیدالاضحی کا بہترین عمل:** عن عائشة قالت قال رسول اللہ ﷺ ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم (مشکوۃ)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قربانی والے دن اللہ کو کوئی عمل اتنا زیادہ محبوب نہیں جتنا خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) کا عمل ہے۔''

**قربانی سنت مؤکدہ ہے:** قربانی واجب ہے یا سنت؟ محدثین اس کے سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے آکر سوال کیا: الاضحیة واجبة ھی (کیا قربانی واجب ہے؟ اس کے جواب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمسلمون۔ (جامع ترمذی ج۱ ص۱۸۲)

''آں حضرت ﷺ نے قربانی کی اور تمام مسلمان کرتے رہے''۔ سائل نے اپنے خیال میں اس جواب کو ناکافی سمجھ کر پھر سوال کو دہرایا۔ آپ نے اس کے دوبارہ سوال کا پھر یہی جواب دیا۔ اس پر امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ والعمل علی ھذا عند اھل العلم ان الاضحیة لیست بواجبة ولکنھا سنة من سنن النبی ﷺ (حوالہ مذکور) یعنی ''اہل علم کا عمل اسی پر ہے کہ قربانی ضروری نہیں بلکہ آں حضرت ﷺ کی سنت ہے'' تاہم اس سنت کا مؤکدہ ہونا اس سے واضح ہے کہ نبی ﷺ دس سال مدینہ میں رہے۔ اور آپ ﷺ برابر قربانی کرتے رہے۔ اقام رسول اللہ ﷺ بالمدینة عشر سنین یضحی (رواہ الترمذی)

**عیب دار جانور، جن کی قربانی جائز نہیں:** عن علی قال امرہ رسول اللہ ﷺ ان نستشرف العین والأذن وان لا نضحی بمقابلة ولا مدابرة ولا شرقاء ولا خرقاء۔ (مشکوۃ)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جانور قربانی میں ذبح نہ کیے جائیں۔''

مقابلہ: جس کے کان اوپر کی جانب سے کٹے ہوئے ہوں۔

مدابرۃ: جس کے کان نیچے کی طرف سے کٹے ہوئے ہوں۔

شرقاء: جس کے کان چرے ہوئے ہوں لمبائی میں

خرقاء: جس کے کان میں گول سوراخ ہو۔

نھی رسول اللہ ﷺ ان نضحی باعنب القرن والاذن (مشکوۃ)

جس جانور کا نصف یا زیادہ سینگ اندرونی حصہ سے چلا گیا ہو۔

جس جانور کا کان کٹا ہوا ہو۔

ان رسول اللہ ﷺ سئل ماذا یتقی من الضحایا فاشار بیدہ فقال اربعا العرجاء البین ظلعھا والعوراء البین عورھا والمریضة البین مرضھا والعجفاء التی لاتنقی (مشکوۃ)

لنگڑا جانور، جس کا لنگڑا پن بالکل ظاہر ہو۔

کانا (بھینگا) جانور جس کا کانا پن واضح ہو۔

بیمار جانور، جس کی بیماری بالکل نمایاں ہو۔

کمزور اور لاغر جانور، جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو۔

لا یجوز من البدن العوراء ولا العجفاء (الطبرانی فی الاوسط، مجمع الزوائد ج:۴ ص:۱۹)

وہ جانور جس کو خارش (کھجلی) ہو۔

وہ جانور جس کا تھن کٹا ہوا ہو۔

نھی رسول اللہ ﷺ عن المصفرة والمستاصلة والبخقاء والمشیعة والکسراء (مرعاۃ ج۲ ص:۳۶۱)

مصفرۃ: جس کا کان اکھاڑ دیا گیا ہو اور اس کا سوراخ باقی ہو۔

مستاصلۃ: جس کا سینگ جڑ سے نکال دیا گیا ہو۔

بخقاء: جس کی آنکھوں کی بصارت زائل ہوگئی ہو۔

مشیعۃ: اتنا کمزور جوڑ جوڑ کے ساتھ چلنے پر بھی قادر نہ ہو۔

کسراء: جو بوجہ کمزوری کے کھڑا نہ ہوسکے یا پاؤں ٹوٹ جانے کی وجہ سے چل نہ سکے۔

**قربانی کا جانور مسنہ ہو:** آں حضرت ﷺ نے فرمایا: لاتذبحوا الامسنة۔ رواہ مسلم۔ (مشکوۃ ص: ۱۲۷) یعنی ”صرف دودانتا جانور کی قربانی کرو“

اس حکم نبوی ﷺ کے مطابق بکرا بکری، اونٹ وغیرہ دودانتے ہونے ضروری ہیں۔ ہاں بھیڑ کا جذعہ دودانتا نہ ہو تو قربانی میں ذبح کیا جاسکتا ہے لیکن یہ جذعہ ایک سال سے کم نہ ہو۔

**ایک ضروری وضاحت:** خیال رہے کہ مسنہ کا مطلب بڑی عمر کا نہیں بلکہ اس سے مراد وہ جانور (بکرا اور اونٹ وغیرہ) جو دودانت نکال لیں۔ اور مختلف ملکوں کے اعتبار سے جانوروں کے دودانتا ہونے میں سالوں کا فرق واقع ہوا ہے۔ مثلاً کسی ملک میں بکری دوسال کے بعد تیسرے سال میں دودانت نکالتی ہے جبکہ ہمارے ملک میں بالعموم دوسرے سال میں دودانتا ہوجاتی ہے۔ اونٹ پانچ سال کے بعد چھٹے سال میں دودانتا ہوجاتا ہے اس لیے قربانی کے ان جانوروں میں سالوں اور عمروں کا اعتبار نہیں۔ بلکہ مسنہ (دودانتا) ہونا ضروری ہے وہ جب بھی ہو۔

**خصی ہونا عیب نہیں ہے:** خصی جانور کی قربانی بلا کراہت جائز ہے۔ خود آں حضرت ﷺ نے دو خصی مینڈھوں کی قربانی کی تھی۔ ذبح النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الذبح کبشین املحین موجوئین (الحدیث، سنن ابی داؤد ج: ۲ ص: ۳۰)

**اگر تعیین کے بعد عیب دار ہوجائے؟** اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی نمایاں اور واضح عیب پیدا ہوجائے مثلاً نصف سے زیادہ کان کٹ گئے۔ کانا ہوگیا یا ظاہر لنگڑا ہوگیا یا سینگ ٹوٹ گیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلے میں بعض علماء مسند احمد کی ایک حدیث کے مطابق ایسے جانور کی قربانی کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے قربانی کے لیے ایک دنبہ خریدا، ایک بھیڑیئے نے اس پر حملہ کرکے اس کی چکی کاٹ لی۔ صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اسی جانور کی قربانی کرڈالو (ضح بہ) لیکن دیگر بعض علمائے محققین اس حدیث سے استدلال درست نہیں سمجھتے کیوں کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔ ان میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، امام شوکانی رحمہ اللہ اور صنعانی صاحب سبل السلام جیسے اساطین علم وفن شامل ہیں۔

بنابریں جو شخص صاحب حیثیت ہو، اس کے لیے زیادہ صحیح اور احوط یہی ہے کہ وہ مزید کچھ رقم خرچ کرکے بے عیب جانور لے کر قربانی کرے۔ البتہ نادار آدمی جو جانور بدلنے کی صورت میں نقصان برداشت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا اس کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔

**قربانی کا جانور خود ذبح کرے:** قربانی کا جانور خود ذبح کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے قربانی ذبح کیا کرتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے کوئی خود قربانی ذبح نہ کرے تو ذبح کے وقت اس کے پاس موجود ضرور رہے۔

بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ قربانی کے جانور اپنے ہاتھ سے خود ذبح کریں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت بھی اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرسکتی ہے۔

**قربانی کا گوشت خود بھی کھائے دوسروں کو بھی کھلائے:** قربانی کا گوشت خود کتنا کھائے اور کتنا تقسیم کرے، اس کی کوئی حد کسی نص صریح سے ثابت نہیں۔ البتہ بعض علماء نے قرآن کی اس آیت فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ (سورہ الحج: ۳۶) قربانی کے گوشت سے خود بھی کھاؤ، خود دار محتاج اور سوالی کو بھی کھلاؤ کے تحت لکھا ہے کہ گوشت کے تین حصے کرلیے جائیں۔ ایک اپنے لئے، دوسرا احباب ومتعلقین کے لئے اور تیسرا فقراء ومساکین کے لیے وقد احتج بهذه الآية الكريمة من ذهب من العلماء الى ان اضحية تجزأ ثلاثة فثلث لصاحبها ياكله وثلث يهديه لا صحابه وثلث يتصدق به على الفقراء (تفسیر ابن کثیر ج: ۳ ص: ۲۲۳)

**غیر مسلم کو بھی قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے:** قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا یہ حکم واطعموا القانع والمعتر (سوالی اور غیر سوالی دونوں کو قربانی کے گوشت سے کھلاؤ) عام ہے جس میں غیر مسلم بھی شامل ہیں۔

**پورے گھر کے لیے ایک جانور کافی ہے:** عن عطاء بن يسار سألت ابا ايوب الانصاری كيف كانت الضحايا فيكم على عهد رسول الله ﷺ يضحى بالشاة عنه وعن اهل بيته ---رواه ابن ماجه والترمذی وصححه (نیل الاوطار ج: ۵ ص: ۱۳۶)

”عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آپ کی قربانیاں کیسی ہوتی تھیں؟ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں آدمی اپنی طرف سے اور گھر والوں کی طرف سے ایک ہی بکری قربانی کیا کرتا تھا۔

**ذبح کرنے کا وقت:** عن انس قال قال النبی ﷺ يوم النحر من كان ذبح قبل الصلوة فليعد متفق عليه وللبخاری من ذبح قبل الصلوة فانما يذبح لنفسه من ذبح بعد الصلوة فقد تم نسكه واصاب سنة المسلمين (نیل الاوطار ج: ۵ ص ۱۴۰)

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز عید سے پہلے اپنی قربانی ذبح کردی ہو اسے دوبارہ قربانی کرنی چاہیے۔ اور صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں۔’’جس شخص نے نماز عید سے قبل ہی قربانی ذبح کردی وہ اس کے اپنے ہی نفس کے لیے ہے (یعنی قربانی کے اجروثواب سے وہ محروم ہے) اور جس نے نماز کے بعد قربانی ذبح کی۔ اس نے اپنی قربانی پوری کرلی اور مسلمانوں کے طریقے کو اس نے پالیا۔‘‘

**قربانی کتنے دن تک جائز ہے:** قربانی کرنی اگرچہ یوم النحر یعنی بقرعید والے دن سب سے بہتر ہے لیکن اس کے بعد بھی قربانی کرنی جائز ہے۔ گو اس میں اختلاف ہے کہ قربانی کتنے دن تک جائز ہے؟ حدیث شریف کی رو سے (بقرعید یعنی ۱۰ ذوالحجہ) کے بعد تین دن (۱۱۔ ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ) تک ہوسکتی ہے کیونکہ عید کے دن کو اصطلاح شرعی میں یوم النحر اور اس کے تین دنوں ۱۱۔ ۱۲ اور ۱۳ کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔ اور ان چاروں دنوں کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (سورہ البقرہ) تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: **الایام المعدودات ایام التشریق اربعة ایام یوم النحر وثلاثة بعده یعنی الایام المعدودات** (گنتی کے چند دن) سے مراد ایام تشریق یعنی یوم النحر (بقرعید کا دن دسویں تاریخ) پھر تین دن اس کے بعد ہیں۔ یعنی ۱۱۔ ۱۲ اور ۱۳ فقہ حنفیہ کی مشہور اور متداول کتاب ہدایہ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ایام تشریق تین دن ہیں۔ ۱۱۔ ۱۲ اور ۱۳ (ملاحظہ ہو کتاب الاضحیۃ ص ۴۳۰ آخرین طبع لکھنؤ) جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایام معدودات کی یہی تفسیر نقل فرمائی ہے (ص ۵۰ مطبوعہ، لاہور ۱۳۰۹ھ) پس جب یہ ثابت ہوچکا کہ یوم النحر (قربانی کے دن ۱۰ ذوالحجہ) کے علاوہ ایام تشریق تین دن ہیں یعنی ۱۱۔ ۱۲ اور ۱۳ جن میں ذکر الٰہی یعنی فرض نمازوں کے بعد تکبیرات کہی جاتی ہیں۔ **اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد** تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ایام تشریق قربانی کے دن بھی ہیں جن میں قربانی ذبح کی جاسکتی ہے چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: **ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل ایام التشریق ذبح۔ رواہ احمد وابن حبان فی صحیحه (تفسیر ابن کثیر سورة الحج ونصب الرایة** ص:۲۱۲ ج:۴) **ورواہ ایضا الدارقطنی فی سننه** (ص:۵۴۴ طبع دہلی) **والامام البیهقی فی سننه الکبری** (ص:۲۹۵۔۲۹۶) **مع ذکر روایات اخری** یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔

**کھالوں کا مصرف:** **عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنه قال امرنی رسول اللہ** ﷺ **ان اقوم علی بدنه وان اتصدق بلحومها وجلودها واجلتها وان لا اعطی الجزار منها شیئا وقال نحن نعطیه من عندنا** (متفق علیه، نیل الاوطار ج ۶ ص ۱۴۶)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ میں آپ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور ان کے گوشت، کھالیں اور جلیں صدقہ کردوں، اور قصاب کو بطور اجرت ان میں سے کوئی چیز نہ دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں چنانچہ قصاب کو اجرت ہم الگ اپنی گرہ سے ادا کیا کرتے تھے‘‘۔

**تکبیرات عید:** عیدین کے موقع پر زیادہ سے زیادہ اللہ کی تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید مشروع ہے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: **زینوا اعیادکم بالتکبیر** (الترغیب ج۲:ص:۱۵۳)

’’اپنی عیدوں کو تکبیروں کے ساتھ مزین کرو‘‘ اسی لیے نماز عید کے لیے آتے جاتے راستوں میں تکبیرات پڑھنے کا حکم ہے۔ عشرہ ذوالحجہ کے بارے میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل ملتا ہے کہ وہ ان دنوں کوچہ وبازار میں باآواز بلند تکبیرات پڑھتے جنھیں دیکھ کر دوسرے لوگ بھی تکبیرات پڑھنی شروع کردیتے (صحیح بخاری **باب فضل العمل فی ایام التشریق**) اور بقرعید کے سلسلے میں خاص طور پر ایک روایت کی بنیاد پر کئی علماء نے لکھا ہے کہ ۹/ذوالحجہ کی صبح کی نماز سے آخر ایام تشریق (یعنی ۱۳/ذوالحجہ کی عصر کی نماز) تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیرات پڑھنی چاہئیں۔ (سنن دارقطنی، ج:۲:۴۹ طبع جدید) یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے بلکہ حافظ ابن کثیرؒ نے غیر مرفوع بھی کہا ہے (لایصح مرفوعا۔ تفسیر ابن کثیر ج:۱ص:۱۴۵) تاہم دوسری روایات اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل کو سامنے رکھتے ہوئے اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ نیز امام شوکانی رحمہ اللہ نے غالباً روایت کے ضعف کے پیش نظر کہا ہے کہ یہ تکبیرات فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں بلکہ ان ایام میں ہر وقت پڑھنی مستحب ہیں۔ (نیل الاوطار ج:۳ص:۳۸۹)

**تیز دھار چھری سے ذبح کیاجائے:** جانور ذبح کرتے وقت اس امر کا بھی خیال رکھا جائے کہ چھری کند نہ ہو، چھری کی دھار اچھی طرح تیز کرلی جائے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔ اس بارے میں بھی حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خاص ہدایت دی ہے۔ (الترغیب ج:۲ص:۱۵۶)

**بھینس کی قربانی:** عرب بالخصوص حجاز (مکہ ومدینہ) میں بھینس نہ پائی جانے کی وجہ سے بھینس کے بارے میں بالخصوص قرآن وحدیث میں کوئی صراحت نہیں ہے، غیر عرب علاقوں میں بھینس پائی جاتی ہے تاہم بعض علمائے لغت نے اسے گائے ہی کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ جیسے علامہ دمیری رحمہ اللہ حیوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں۔ **الجاموس واحد الجوامیس فارسی معرب حکمه وخواصه کالبقر** (ج:۱ص:۱۸۳)

جاموس واحد ہے جس کی جمع جوامیس ہے، یہ لفظ فارسی معرب ہے۔۔۔ اس کا حکم اور خواص گائے کی مانند ہی ہے‘‘ لسان العرب میں ہے۔ والجاموس نوع من

البقر خیل وجمعہ جوامیس فارسی معرب (ج:۶ ص:۴۳) المعرب فی ترتیب المعرب (لابی الفتح ناصر الخوارزمی متوفی ۶۱۶ھ) میں ہے والجاموس نوع من البقر (ص:۸۹، طبع بیروت) مصباح المنیر میں ہے والجاموس نوع من البقر کانہ مشتق من ذلک (ج:۱ ص:۱۳۴، طبع مصر)

اسی طرح بعض محدثین نے بھینس کو حکم زکوۃ میں گائے کے حکم میں رکھا ہے یعنی گائے میں زکوۃ کا جو حساب ہوگا اسی حساب سے بھینسوں میں سے زکوۃ ادا کی جائے گی۔ جیسے امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہی قال مالک فی العراب والبخت والبقر والجوامیس نحو ذلک (مؤطا امام مالک مع شرح مسوی ومصفی ج:۱ ص:۲۱۳) یعنی جس طرح بکری سے زکوۃ لینے کی تفصیل بیان کی گئی ہے ایسے ہی عربی اونٹوں بختی اونٹوں اور گایوں اور بھینسوں سے زکوۃ وصول کی جائے گی، بعض اور تابعین سے بھی اسی امر کی صراحت ملتی ہے کہ بھینس حکم زکوۃ میں گائے پر محمول ہوگی (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزکاۃ ج:۳ ص:۲۲۱)

**دیگر ضروری باتیں:** عیدالاضحیٰ کی نماز بہ نسبت عیدالفطر کی نماز کے جلد پڑھ لینی چاہیے۔ عیدالاضحیٰ میں بہتر ہے کہ آدمی بغیر کچھ کھائے پیئے نماز کے لیے جائے اور آکر کھائے۔ لباس اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق عمدہ پہنے۔ خوشبو وغیرہ بھی استعمال کرلی جائے۔

نماز عید کے بعد معانقہ کی جو رسم ہے یہ ایک عام رواج ہے۔ مسنون طریقہ نہیں ہے۔ مسنون طریقہ صرف سلام ومصافحہ ہے۔

قربانی رات کو بھی کی جاسکتی ہے اس سلسلے میں ایک حدیث جو نہی کی بابت آئی ہے وہ سخت ضعیف ہے۔ اس لیے قابل استدلال نہیں (نیل الاوطار ج:۵ ص:۱۴۳)

عورتیں نماز عید میں بھی حاضر ہوں اور تکبیریں بھی پڑھیں۔ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا، یوم النحر کو تکبیریں پڑھتی اور دیگر عورتیں بھی (صحیح بخاری۔ کتاب العیدین ص:۱۳۲)

نماز عید کے لیے آتے جاتے راستہ تبدیل کرلیا جائے۔

نماز کھلے میدان میں مسنون ہے اس کے لیے اذان کی ضرورت ہے نہ اقامت کی۔ اس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ بارہ تکبیریں ہیں (پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ)

عید کا خطبہ بھی ضرور سننا چاہیے جو لوگ صرف نماز پڑھ کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں وہ مسلمانوں کی اس اجتماعی دعا کے شرف سے محروم رہتے ہیں جس میں شمولیت کی حضور ﷺ نے بڑی تاکید کی ہے یہاں تک کہ حائضہ عورتوں کو بھی اسی نقطہ نظر سے عیدگاہ میں جانے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ تاہم خطیب کو بھی چاہیے کہ خطبہ مختصر دے۔

☆☆☆

# شرائط حصول تصدیق نامہ

## مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ "جریدہ ترجمان" (اُردو)، ماہنامہ "اصلاح سماج" (ہندی)، نیز ماہنامہ "دی سمپل ٹروتھ" (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

**نوٹ:** جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

**دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند**

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

# قربانی اور ضعیف وموضوع روایات

مولانا محمد شارب ابن شاکر السلفی

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الكريم،اما بعد:

محترم قارئین!!

قربانی ایک عظیم عبادت ہے، کتاب وسنت میں اس کے احکام ومسائل محفوظ ہیں مگر اس کے فضائل کے تعلق سے عوام وخواص کے طرف سے اس طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں کہ آدمی سن کر حیران وپریشان ہوجاتا ہے کہ کیا واقعی قربانی کا اجرو ثواب اتنا ہے جتنا کہ بیان کیا جارہا ہے، واعظین ومقررین حضرات قربانی کے احکام ومسائل بیان کرنے سے زیادہ اس کے فضائل میں ہی رطب اللسان رہتے ہیں اور اہل قلم پوچھئے مت کہ رسائل وجرائد، اخبار وپمفلیٹ اور کتابچوں کے ذریعہ اس کے فضائل لکھ کر خوب خوب داد تحسین حاصل کرتے ہیں اور عوام الناس کی اکثریت اس کو پڑھ کر یا سن کر اپنے اپنے جانوروں کی قربانی ہی کو راہ نجات کا ذریعہ سمجھ کر خوب اتراتی ہے، جبکہ اہل علم محققین محدثین کے نزدیک قربانی کے فضائل کے تعلق سے بیان کی جانے والی کوئی بھی روایت صحیح نہیں، اس تعلق سے شیخ غازی عزیر حفظہ اللہ نے بڑی ہی بہترین بات لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ: قربانی کی تاکید، اہمیت ومسنونیت اپنی جگہ مسلم ہے، مگر افسوس کہ اس کی فضیلت میں بیان کی جانے والی کوئی ایک حدیث بھی صحت کے درجے کو نہیں پہونچتی، جو بھی روایت اس بارے میں وارد ہیں ان میں سے کچھ تو بہت ضعیف ہیں، کچھ منکر، کچھ بے اصل، کچھ موضوع (الغرض) اس باب کی اصح یعنی بہتر سے بہتر روایت بھی ضعیف راویوں سے خالی نہیں ہے۔(قربانی کے احکام ومسائل از مختار احمد مدنی۔ص43)

امام ابن العربیؒ بھی فرماتے ہیں کہ قربانی کی فضیلت میں کوئی بھی صحیح حدیث ثابت نہیں، لوگوں نے اس کی فضیلت میں عجیب وغریب روایتیں بیان کر رکھی ہیں جو صحیح نہیں ہیں، ان ہی غلط روایتوں میں سے یہ بھی ہے کہ ’’قربانی جنت کی سواری ہے‘‘ (عارضة الاحوذی فی شرح الترمذی ۶/۲۸۸ بحوالہ قربانی کے احکام ومسائل:35)

قارئین کرام کے فائدے کے لئے مندرجہ ذیل میں ہم ان دلائل کو پیش کرتے ہیں جو اس قربانی کے ایام (سیزن) میں واعظین ومقررین زوروشور سے بیان کرتے ہیں حالانکہ یہ سب کے سب ضعیف وکمزور روایتیں ہیں، جن سے احتراز واجتناب اور عوام الناس کو باخبر کرنا بھی لازمی وضروری ہے، یاد رکھیں فضائل میں بھی ضعیف روایتوں سے استدلال صحیح نہیں، محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث پر نہ تو احکام میں عمل جائز ہے اور نہ ہی فضائل اعمال میں اور یہ موقف (جو کہ راجح واصح بھی ہے) رکھنے والے اہل علم میں امام یحی بن معینؒ، امام ابن حبانؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابن حزم اندلسیؒ، امام خطیب بغدادیؒ، امام ابن العربیؒ مالکی، امام ابوشامہ المقدسیؒ، امام ابن تیمیہ الحرانیؒ، امام شاطبی الغرناطیؒ اور امام شوکانیؒ ہیں۔(فتنۂ انکار حدیث کا ایک نیا روپ۔۔۔از غازی عزیر ۲/۲۷۴، اس سلسلے میں شیخ غازی عزیر حفظہ اللہ ہی کی کتاب ضعیف احادیث کی معرفت کا مطالعہ فائدے سے خالی نہیں)

1۔زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ قربانی کیا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہم السلام کی سنت ہے، صحابہ نے پوچھا: ہمارے لئے ان میں کیا ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے نیکی ہے۔(احمد، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی)

اس مشہور ومعروف حدیث کو امام عصر علامہ البانیؒ نے موضوع کہا ہے، اس حدیث کی سند میں نفیع بن حارث الاعمی الکوفی متروک (جھوٹ کی تہمت) راوی ہے اور دوسرا راوی عائذ اللہ المجاشعی منکر راوی ہے، حدیثیں وضع کیا کرتا تھا، امام ابن حبان نے فرمایا کہ اس سے روایت کرنا جائز نہیں (الاحاديث الضعيفه والموضوعه للالبانیؒ: ۱۰۵۰/ ۵۲۷۔ المكتبة الشامله: ۱۰۴/ ۲) صاحب تحفة الاحوذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کی ہے، اور امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کی سند میں عائذ اللہ المجاشعی ایک ایسا راوی ہے جس کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے۔شعیب ارناؤوط نے بھی اس کی سند کو سخت ضعیف کہا ہے۔(مسند احمد محقق:1283)

2۔ایک آدمی نے ابن عمرؓ سے قربانی کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ واجب ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی کی ہے پھر اس نے دوبارہ آپ سے وہی سوال کیا تو آپ نے کہا، کیا تم سمجھ رہے ہو، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں

نے قربانی کی ہے۔(علامہ البانیؒ نے اس اثر کو ضعیف کہا ہے دیکھئے ضعیف الترمذی للالبانی:260)

3۔آپ ﷺ مدینہ میں دس سال مقیم رہے اور (ہر سال) قربانی کرتے رہے۔یہ روایت بھی ضعیف ہے (ضعیف الترمذی للالبانی: 261۔شعیب ارناؤوط نے بھی ضعیف کہا ہے: احمد محقق:155)

4۔علیؓ دو مینڈھوں کی قربانی کیا کرتے تھے، ایک مینڈھا اپنی طرف سے اور دوسرا نبی اکرم ﷺ کی طرف سے۔جب ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا: مجھے نبی اکرم ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے جسے میں کبھی نہیں چھوڑتا۔علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف ترمذی اور ضعیف ابوداؤد میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ اس کی سند میں ابوالحسناء راوی مجہول ہے۔اس اثر کو علامہ منذریؒ، نورالدین ہیثمیؒ، علامہ محدث عبدالرحمن مبارکپوریؒ، شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوریؒ اور شعیب ارناؤط نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔(قربانی کے احکام ومسائل از مختار احمد مدنی: ص ۱۲۸)

5۔ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دس ذی الحجہ کو خون بہانے سے بڑھ کر ابن آدم اللہ کے نزدیک کوئی بہتر عمل نہیں کرتا، قربانی کا جانور بروز قیامت اپنی سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئے گا، اور خون زمین پر گرنے سے قبل ہی اللہ کے یہاں قبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے سو تم یہ قربانی خوش دلی کے ساتھ کیا کرو۔(علامہ البانی نے اس حدیث کو ضعیف ترمذی اور ضعیف ابن ماجہ میں بھی ذکر کیا ہے۔الضعیفہ:۵۲۶)

6۔علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! قربانی کرو اور اس کے خون سے ثواب کی امید رکھو کیونکہ اللہ کی حفاظت میں اس کا خون گرتا ہے۔(یہ حدیث موضوع ہے۔الضعیفہ:۵۳۰)

7۔حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو خوش دلی اور اجر کی نیت سے قربانی کرتا ہے وہ اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جاتی ہے۔(یہ حدیث موضوع ہے۔الضعیفہ:۵۲۹)

8۔ابن عباسؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ اللہ کے نزدیک بقرعید کے دن سب سے محبوب عمل جس میں پیسہ خرچ کیا جاتا ہے وہ قربانی ہے۔علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف جدا کہا ہے۔(الضعیفہ:۵۲۴)

9۔ابن عباسؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ عید الاضحیٰ کے دن ٹوٹے ہوئے رشتوں کے جوڑنے کے سوا قربانی سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے، یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔(الضعیفہ:۵۲۵)

10۔ابوہریرہؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ تم موٹے جانوروں کی قربانی کیا کرو یہ جانور پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو ضعیف جدا کہا ہے۔(الضعیفہ:۱۲۵۵)

11۔عمرو بن عبسؓ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ ساتواں شخص تھا، آپ ﷺ نے ہمیں ایک ایک درہم جمع کرنے کا حکم دیا، ہم نے سات درہموں کی قربانی خریدی، لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ قربانی ہمارے لئے مہنگی پڑ گئی ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل قربانی وہ ہے جو سب سے مہنگی اور موٹی ہو، جب اللہ کے رسول ﷺ نے حکم دیا تو دو آدمیوں نے دونوں پیروں اور دو آدمیوں نے دونوں ہاتھوں جب کہ دو آدمیوں نے دونوں سینگوں کو پکڑا اور ساتویں آدمی نے ذبح کیا، اس پر ہم سب نے اللہ اکبر کہا۔یہ روایت بھی ضعیف ہے۔(الضعیفہ:۱۶۷۸)

12۔علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فاطمہؓ سے فرمایا: تم اپنی قربانی کو دیکھو جس کے خون کے پہلے قطرے کے ساتھ ہر گناہ کی بخشش ہو جاتی ہے، قیامت کے دن اسے گوشت اور خون سمیت ستر (۷۰) گنا زیادہ کر کے لایا جائے گا پھر تمہارے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا (بیہقی) یہ موضوع حدیث ہے۔(علامہ البانیؒ نے اس روایت کو منکر کہا ہے۔الضعیفہ:۵۲۸)

13۔علیؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا ہے جس کا کان اور سینگ کٹا ہوا ہو۔یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ضعیف ابو داؤد للالبانی:۶۰۱)

14۔ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی قربانی بھیڑ کا ایک سال کے بچے کی ہے۔(ضعیف ترمذی للالبانی:۲۵۸)

15۔آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک ہر گھر والوں پر سال میں ایک قربانی ضروری ہے (ابوداؤد:۲۷۸۸، ترمذی:۱۵۱۸، ابن ماجہ:۳۱۲۵)۔یہ روایت بھی ضعیف ہے، حافظ زبیر علی زئیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ من السنن الاربعۃ)

16۔علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں قربانی کے جانوروں کے آنکھ اور کان اچھی طرح سے دیکھنے کا حکم دیا۔(ترمذی:۱۴۹۸، نسائی:۴۳۷۷، ۴۳۸۰، ابوداؤد:۲۸۰۴، ابن ماجہ:۳۱۴۲) یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔حافظ زبیر علی زئیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (انوار

الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة)

17۔عائشہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو موٹے موٹے بڑے بڑے چتکبرے خصی شدہ بکروں کی قربانی کی۔(ابن ماجہ:۳۱۲۲) حافظ زبیر علی زئیؒ نے اسے ضعیف کہا ہے۔تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو(انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة)

18۔ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فاطمہ سے فرمایا: چلو اپنی قربانی دیکھو جس کے پہلے قطرہ کے ساتھ ہی تمہارے سابقہ گناہوں کی مغفرت ہوجاتی ہے،فاطمہؓ نے کہا:اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ معاملہ ہم اہل بیت کے ساتھ خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔(حاکم) یہ روایت بھی ضعیف ہے،اس کی سند میں دو دو منکرو مدلس راوی ہے۔(قربانی کے احکام ومسائل از مختار احمد مدنی:ص۳۹)

19۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں جو مجھ پر تو فرض ہیں لیکن تم لوگوں پر نفل ہیں: قربانی، وتر اور نماز چاشت کی دو رکعتیں۔ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔(حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اپنی تمام سندوں سے ضعیف ہے: فتح الباری بحوالہ فقہ الحدیث:۴۶۵۲/)

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ راقم نے قربانی کے تعلق سے اکثر ان ضعیف وموضوع، مشہور ومعروف روایتوں کو جمع کردیا ہے جن کا بیان اس قربانی کے موسم میں فضیلت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے تاکہ عوام وخواص آگاہ ہوجائیں اور ضعیف وموضوع روایتوں کو ترک کرکے اپنی اپنی عبادتوں کو احادیث صحیحہ کی روشنی میں انجام دیں۔یہاں یہ بات قابل مذکور ہے کہ اس تعلق سے بحث وتحقیق پر زیادہ اعتماد علامہ البانیؒ کے حکم پر کیا گیا ہے، جو الاحادیث الضعیفة والموضوعة سے ماخوذ ہے، ساتھ ہی مشہور ومعروف محقق حافظ زبیر علی زئیؒ کی تصنیف انوار الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة من السنن الاربعة سے بھی ماخوذ ہے۔مذکورہ بالا تمام روایتوں کے بارے میں تفصیلی بحث وتحقیق ان دونوں کتابوں کے اندر موجود ہے۔

اخیر میں ناچیز اہل علم زبان وقلم کے شہسواروں سے گذارش کرتا ہے کہ وہ سنت صحیحہ کو بلاخوف لومة لائم کے زندہ کریں، اور اپنی تحریر وتقریر میں ضعیف وموضوع روایتوں کو بیان کرنا ترک کردیں تاکہ امت مسلمہ میں ضعیف وموضوع روایتوں پر عمل کرنے کا دروازہ بند ہوسکے۔

میرے زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں، میں اسی لئے نمازی

## مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

# اڈیشہ کے بالاسور میں ہوئے دلدوز ٹرین حادثہ پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا اظہار رنج وغم

دہلی: ۳/جون/۲۰۲۳ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اپنے ایک اخباری بیان میں گزشتہ شام اڈیشہ کے شہر بالاسور میں ہونے والے دلدوز ٹرین حادثہ پر جس میں بیک وقت تین ٹرینیں حادثہ کی شکار ہوئیں ہیں اور مختلف ذرائع ابلاغ کے مطابق تقریبا دو سو اسی قیمتی جانیں تلف ہوئی ہیں اور نو سو افراد زخمی ہوئے ہیں اپنے شدید رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔انہوں نے کہا کہ یہ ایک اندوہناک حادثہ ہے جس میں قیمتی انسانی جانوں کا بھاری نقصان ہوا ہے اور بہت سے بھائی زخموں اور تکلیفوں سے کراہ رہے ہیں۔ اس دردو الم کی گھڑی میں ہم تمام پسماندگان ومتاثرین کے ساتھ ہیں اور ان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں نیز بلاتفریق مذہب وملت ان کے لیے ہر طرح کے تعاون کی اپیل کرتے ہیں۔ہم اپنے منہج وعقیدہ اور انسانی ہمدردی کی بنیاد پر اتنے بڑے المناک حادثے پر اظہار غم وافسوس کرتے ہوئے متاثرین کے تعاون کو ہر سطح پر ضروری سمجھتے ہیں اور حکومت وعوام سے مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کی بلاتفریق امداد کی اپیل اور اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔

امیر محترم نے اپنی پریس ریلیز میں مزید کہا ہے کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں ہوئی فروگزاشتوں اور لاپرواہیوں کا پتہ لگائے اور اس کا تدارک، تلافی اور عقوبت اور آئندہ تحفظ اور بچاؤ کے لئے مؤثر کارروائی کرے۔


**مکتبہ ترجمان کی باوقار پیشکش**

**نکاح نامہ رجسٹر**

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

## صفاتِ باری تعالیٰ

# صفت ارادہ

مولانا عبیداللہ الباقی اسلم
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

اولا: ارادہ کی تعریف: أ۔ ارادہ کی لغوی تعریف:

ارادہ عربی زبان میں مشیئت، طلب، اور اختیار کے معنی میں مستعمل ہے۔ (دیکھیں: الصحاح للجوهري (۲/۴۷۸)، اور المصباح (۱/۲۴۵)

ب۔ ارادہ کی شرعی تعریف:

ارادہ ایک ذاتی وفعلی صفت ہے، جو کتاب وسنت میں اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ثابت ہے (دیکھیں: موسوعة العقيدة (۱/۱۲۲) اورصفات الله عزوجل الواردة في الكتاب والسنة (ص: ۵۵)

لہٰذا ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ کو ثابت کرے، اوراس بات پر ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ جب بھی کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے، اوراس کا ارادہ بمعنی مشیئت ہوتو وہ ضرور واقع ہوا کرتا ہے۔

لیکن جب اس کا ارادہ (بمعنی محبت) ہوتو اس کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے، البتہ اس ارادے کے مطلوب اس کے نزدیک ضرور محبوب ہوا کرتا ہے۔ (دیکھیں: موسوعة العقيدة (۱/۱۲۲)

ثانیا: صفت ارادہ کے دلائل: ۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ''یقیناً اللہ جو چاہے حکم کرتا ہے'' (سورۃ المائدۃ: ۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ''اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔'' (سورۃ البقرہ: ۱۸۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ''سوجس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کردیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے'' (سورۃ الانعام: ۱۲۵)

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کے بارے میں فرمایا ہے جو جہنم سے نکالے جائیں گے۔ حتى إذا أراد الله رحمة من أراد من أهل النار أمر الله الملائكة أن يخرجوا من كان يعبد الله فيخرجونهم ويعرفونهم بآثار السجود وحرم الله على النار أن تأكل أثر السجود، فيخرجون من النار ''جہنمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو ملائکہ کو حکم دے گا کہ جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے تھے انہیں باہر نکال لو، چنانچہ ان کو وہ باہر نکالیں گے اور موحدوں کو سجدے کے آثار سے پہچانیں گے، اللہ تعالیٰ نے جہنم پر سجدہ کے آثار کا جلانا حرام کردیا ہے، چنانچہ یہ سب جہنم سے نکالے جائیں گے تو اثر سجدہ کے سوا ان کے جسم کے تمام ہی حصوں کو آگ جلا چکی ہوگی۔'' (صحیح البخاری (ح: ۸۰۶)، وصحیح مسلم (ح: ۱۸۲)

۵۔ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے: وكل الله بالرحم ملكا، فيقول: أي رب نطفة، أي رب علقة، أي رب مضغة، فإذا أراد الله أن يقضي خلقها، قال: أي رب، أذكر أم أنثى؟ أشقي أم سعيد؟ فما الرزق فما الأجل؟ فيكتب كذلك في بطن أمه ''اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر کردیا ہے اور وہ کہتا رہتا ہے کہ اے رب! یہ نطفہ قرار پایا ہے، اے رب! اب علقہ (یعنی جما ہوا خون) بن گیا ہے، اے رب! اب مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) بن گیا ہے، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی پیدائش پوری کرے تو وہ پوچھتا ہے اے رب لڑکا ہے یا لڑکی؟ نیک ہے یا برا؟ اس کی روزی کیا ہوگی؟ اس کی موت کب ہوگی؟ اسی طرح یہ سب باتیں ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہیں، دنیا میں اسی کے مطابق ظاہر ہوتا۔'' (صحیح بخاری (ح: ۶۵۹۵)، وصحیح مسلم (ح: ۲۶۴۶)

ثالثا: صفت ارادہ کے بارے میں اہل علم کے چند اقوال:

۱۔ امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وأجمعوا على اثبات حياة الله عزوجل، لم يزل بها حيا۔۔۔ وارادة لم يزل بها مريدا سلف امت کا اجماع ہے کہ اللہ کی (صفتِ) حیات ثابت کی جائے، جس سے وہ باحیات ہے۔۔۔ اور صفت ارادہ ثابت کی جائے جس سے وہ ارادہ فرماتا ہے۔ (رسالۃ الی اہل الثغر (ص: ۱۲۱)

۳۔ امام ابوعثمان صابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومن مذهب أهل السنة والجماعة: أن الله عزوجل مريد لجميع أعمال العباد خيرها وشرها، ولم يؤمن أحد الا بمشيئته، ولو شاء لجعل الناس أمة واحدة، ولو شاء أن لا يعصى ما خلق ابليس، فكفر الكافرين وايمان المؤمنين بقضائه سبحانه وتعالىٰ وقدره، وارادته ومشيئته، أراد كل ذلك وشاءه وقضاه اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ بھی ہے کہ (اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ) اللہ تعالیٰ بندوں کے بھلے برے تمام اعمال کا ارادہ کرنے والا (اور انہیں وجود میں لانے والا بھی ہے) اور اس کی مشیئت کے بغیر کوئی بھی ایمان نہیں لاسکتا ہے، اور اگر وہ چاہتا تو سارے لوگ ایک ہی امت قرار پاتے، اور اگر وہ چاہتا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جائے تو ابلیس کو پیدا ہی نہ فرماتا، چنانچہ کافروں کا کفر، اور مومنوں کا ایمان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قضاء وقدر اور اس کے ارادے ومشیئت سے واقع ہوتا ہے، غرض کہ اس نے ہر چیز کا قصد وارادہ فرمایا اور اسی کی مشیئت اور قضاء وقدر سے وجود پذیر ہوئی ہے۔ (عقیدۃ السلف واصحاب الحدیث (ص: ۲۸۵-۲۸۶)

۲۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وكذلك وصف نفسه بالارادة، وصف عبده بالارادة۔۔۔ ومعلوم أن مشيئة الله ليست مثل

مشیئة العبد، ولا ارادته مثل ارادته ''اوراسی طرح اس نے خودکو صفت ارادہ سے متصف فرمایا ہے، اوراپنے بندے کوبھی صفت ارادہ سے متصف کیا ہے، اور یہ معلوم ہے کہ نہ اللہ کی مشیئت بندے کی مشیئت جیسی ہے، اور نہ ہی اس کا ارادہ بندے کے ارادے جیسا ہے۔'' (التدمریہ ص: ۲۵)

ایک جگہ اور فرماتے ہیں: وقد اتفق سلف الأمة وأئمتها علی أن اللہ تعالی متکلم بکلام قائم به، وأن کلامه غیر مخلوق، وأنه مرید بارادة قائمة به، وأن ارادته لیست مخلوقة ''اور سلف امت اور ائمہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ قائم صفت کلام سے تکلم فرماتے ہے، اور اس کا کلام مخلوق نہیں ہے اور (اسی طرح ان کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ) وہ اپنی ذات کے ساتھ قائم صفت ارادہ کے ذریعہ ارادہ فرماتا ہے، اور اس کا ارادہ مخلوق نہیں ہے۔'' (شرح العقیدہ الأصفہانیہ (ص: ۳۲)

رابعاً: ارادہ کی قسمیں: ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ ارادہ کونیہ، جس کا وقوع اللہ تعالیٰ کونی وقدری اعتبار سے چاہتا ہے۔

ارادہ کونیہ دراصل اللہ کی وہ مشیئت ہے جو تمام حوادث کو شامل ہے، اور ہر اس چیز سے متعلق ہے جسے اللہ تعالیٰ خود کرنا چاہتا ہے، اور یہ لازمی طور پر واقع ہوتا ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ما شاء اللہ کان وما لم یشأ لم یکن ''جو اللہ نے چاہا ہوا، اور جو اس نے نہیں چاہا نہیں ہوا (دیکھیں: منہاج السنة النبویة (۳/۱۵۶، ۱۵۷، ۱۸۰) اس پر درج ذیل دلائل دلالت کرتے ہیں: ۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (سورۃ الأنعام: ۱۲۵) ''سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہے اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو بے راہ رکھنا چاہے اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتا ہے جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر ناپاکی مسلط کر دیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (سورۃ البقرہ: ۲۵۳)

ب۔ ارادہ شرعیہ، جس کا وقوع اللہ شرعی اعتبار سے چاہتا ہے۔

اس ارادے کا تعلق ہر اس معاملے سے ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے کرانا چاہتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضامندی کو متضمن ہوا کرتا ہے، اس کا واقع ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر اس سے ارادہ کونیہ بھی متعلق ہو تو واقع ہوتا ہے۔ (دیکھیں: مجموع الفتاوی (۸/۱۸۸)

اس پر درج ذیل دلائل دلالت کرتے ہیں: ۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ''اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو'' (البقرہ: ۱۸۵)

۲۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ) ''اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے'' (سورۃ النساء: ۲۷)

خامساً: ارادہ کی دونوں قسموں کے درمیان صورت اجتماع وافتراق:

أ۔ طاعات کے کاموں میں دونوں قسم کے ارادے جمع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا۔

ب۔ بسااوقات کسی چیز سے دونوں قسم کے ارادوں کا تعلق نہیں ہوا کرتا ہے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کفر میں مبتلا ہونا، یہ اللہ تعالیٰ نے نہ شرعاً چاہا تھا، اور نہ ہی کونا اس کا ارادہ فرمایا:

ج۔ کسی چیز میں صرف ارادہ کونیہ پایا جاتا ہے، جیسے لوگوں میں مباحات اور معاصی کا پایا جانا۔

د۔ کسی چیز میں صرف ارادہ شرعیہ پایا جاتا ہے، جیسے ابوجہل کا ایمان یہ اللہ تعالیٰ نے نہ شرعاً چاہا، اور نہی ہی کونا اس کا ارادہ فرمایا (دیکھیں: مجموع الفتاوی (۸/۱۸۹)

سادساً: ارادہ کونیہ اور ارادہ شرعیہ میں فرق: أ۔ اللہ تعالیٰ ارادہ کونیہ کو پسند کر بھی سکتا ہے اور نہیں بھی کر سکتا ہے، مگر ارادہ شرعیہ کو ہر حال میں پسند کرتا ہے۔

ب۔ ارادہ کونیہ بسااوقات مقصود لغیرہ ہوا کرتا ہے جبکہ ارادہ شرعیہ مقصود لذاتہ ہوتا ہے۔

ج۔ ارادہ کونیہ کا واقع ہونا ضروری ہے جبکہ ارادہ شرعیہ واقع ہوسکتا ہے اور نہیں بھی واقع ہوسکتا ہے۔

د۔ ارادہ کونیہ امر کو مستلزم نہیں ہے جبکہ ارادہ شرعیہ امر مستلزم ہے۔ (دیکھیں: مجموع الفتاوی ۸/۱۸۸۔۱۸۹)

سابعا: صفت ارادہ کے چند اثرات:

ا۔ جب بندہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا ہے، تو اس کے فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ یہی اہل ایمان سے مطلوب بھی ہے: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ''اور (دیکھو) کسی مومن مرد وعورت کو اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا'' (سورۃ الاحزاب: ۳۶)

اور یہی کامیابی کا ضامن بھی ہے: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی'' (سورۃ الاحزاب: ۷۱)

جبکہ اس کی مخالفت کرنا قابل وعید، اور ضلالت وگمراہی کا باعث ہے: وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (یادرکھو) ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی

جوبھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔'' (سورۃ الاحزاب: ۳۶)

۲۔صفت ارادہ پر ایمان رکھنے سے بندے کو اس بات پر یقین ہوتا ہے کہ اس کی مشیئت اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تابع ہے، لہٰذا وہی واقع ہوتا ہے جو رب چاہتا ہے: وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ''اور تم بغیر پروردگار عالم کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔'' (سورہ التکویر: ۲۹)

اس سے اس کے اندر نہ صرف عاجزی وانکساری، اور تواضع وخاکساری پیدا ہوتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے مطابق زندگی گزارنا وہ اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

۳۔صفت ارادہ پر ایمان رکھنا دراصل اللہ پر توکل کامل کا ذریعہ ہے، کیوں بندہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے، اسی میں بندے کی بھلائی مضمر ہے کیوں رب العالمین اس کے احوال، اور ضروریات سے خوب واقف ہے: وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ 'وہ جاننے والا حکمت والا ہے'' (سورۃ التحریم: ۲)

اور یہی وجہ ہے کہ بندہ مؤمن صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اور اس بات پر یقین رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہی اس کی نصرت ومدد کے لئے کافی ہے: وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ''اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا'' (سورۃ الطلاق: ۳)

لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھتا ہے، اور اپنے سارے معاملات اس کے سپرد کردیتا ہے اللہ عزوجل اسے قوتِ وعزیت اور صبرواستقلال سے نوازتا ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا'' سورۃ محمد: ۷)

۴۔صفت ارادہ پر ایمان رکھنے سے محبت الٰہی حاصل ہوتی ہے، کیوں ارادہ شرعیہ محبت الٰہی کے مترادف ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نیک اعمال اور نیک کاروں سے محبت کرتا ہے اور انہیں توفیق سے بھی نوازتا ہے چنانچہ بندوں پر واجب یہ ہے کہ وہ بھی اللہ سے محبت کریں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ''اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی'' (سورۃ المائدۃ: ۵۴)

۵۔صفت ارادہ پر ایمان رکھنے سے خشیت الٰہی بھی حاصل ہوتی ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے افعال اس کی مشیئت وارادے سے متعلق ہوا کرتے ہیں وہ جو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے کرتا ہے فعال لما يريد ''جو چاہے اسے کرگزرنے والا ہے۔ (سورۃ: ۱۶) اور فرمایا: انما أمره اذا اراده شيئا أن يقول له كن فيكون ''وہ جب کبھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرمادینا (کافی ہے) کہ ہوجا، وہ اسی وقت ہوجاتی ہے۔'' (سورہ: یس ۸۲)

لہٰذا جنہیں اللہ تعالیٰ کی ذات، اسماء وصفات اور اس کے افعال کی معرفت حاصل ہوتی ہے، وہی دراصل اسے ڈرنے والے ہوا کرتے ہیں: اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰۗؤُا ''اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔'' (سورۃ فاطر: ۲۸)

ثامنا: صفتِ ارادہ کے تقاضے

اَ۔جانب ایمانی:

ارادہ کونیہ کے بموجب اللہ تعالیٰ نے جو بھی چاہا وہ ہوا، جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا، اس کی مشیئت وارادے کے بغیر کچھ بھی واقع نہیں ہوسکتا ہے، اور وہ جس چیز کو وجود میں لانا چاہے کوئی اسے روک بھی نہیں سکتا ہے، یقینا وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وہ سب کچھ جانتا ہے جو اب تک واقع ہوا ہے، جو واقع ہونے والا ہے، اور جو اب تک واقع نہیں ہوا ہے اگر واقع ہوگا تو وہ کیسے واقع ہوگا: (دیکھیں: مجموع الفتاوی (۸/۴۴۹-۴۵۹)

اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مشیئت عطا کی ہے، سو وہ اپنی مشیئت اور ارادے کے مطابق افعال انجام دیتے ہیں، مگر ان کی مشیئت اللہ عزوجل کی مشیئت کے تابع ہوا کرتی ہے: وَمَا تَشَاۗءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (سورۃ التکویر: ۲۹)

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وكل شئي يجري بتقدير ومشيئته، ومشيئته تنفذ، ولا مشيئة للعباد الا ما شاء الله لهم، فما شاء كان، ومالم يشألم يكن** ''ہر چیز اس کی تقدیر اور مشیئت کے مطابق انجام پاتی ہے، اس کی مشیئت نافذہ ہوتی ہے، اور بندوں کی وہی مشیئت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ ان کے لئے چاہتا ہے، اس لئے جو چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا۔ (العقیدۃ الطحاویہ ضمن متون طالب العلم (ص: ۱۳۴)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **ومما اتفق عليه سلف الأمة وأئمتها مع ايمانهم بالقضاء والقدر وأن الله خالق كل شئي، وأنه ما شاء كان وما لم يشألم يكن** ''اور جس بات پر اس سلف امت اور ائمہ کرام کا اتفاق ہے وہ یہ کہ وہ قضا وقدر پر ایمان رکھتے ہیں، نیز اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور اس نے جو چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا'' (مجموع الفتاویٰ: ۸/۴۵۹)

ب۔جانب عملی: ارادہ شرعیہ کے بموجب اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے۔انہیں پسند بھی فرماتا ہے، اور ان احکامات کی تعمیل کرنے والوں سے محبت بھی کرتا ہے، لہٰذا ایک مؤمن بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنی مشیئت وارادے کو فرمودات الٰہی اور ارشادات نبوی کے تابع کردے اور زندگی کے تمام شعبہ جات کو احکامات شرعی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ (سورۃ الانعام: ۱۶۲)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

مولانا ابوالکلام آزادؒ

# دین رحمت اور رسول ﷺ رحمت

محبوب معبود: غرض اسلام نے دینی عقائد واعمال کا جو تصور قائم کیا ہے، اس کی بنیاد بھی تمام تر رحمت اور محبت ہی پر رکھی ہے۔ قرآن مجید کی مختلف تصریحات کے مطابق خدا اور بندوں کے درمیان بھی رشتہ محبت ہی کا ہے۔

سچی عبودیت ہے اسی کی عبودیت جس کے لئے معبود صرف معبود ہی نہ ہو، بلکہ محبوب بھی ہو۔

اسی لئے فرمایا:

۱۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (البقرہ:۱۶۵) اور جو لوگ ایمان والے ہیں، ان کے دلوں میں تو سب سے بڑھ کر چاہت اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔

۲۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" (آل عمران:۳۱) اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے واقعی محبت رکھتے ہو تو چاہیے کہ میری پیروی کرو۔ (کیونکہ میں تمھیں اللہ سے محبت کی حقیقی راہ دکھا رہا ہوں) اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا۔ وہ بڑا ہی غفور رحیم ہے۔

**حب رسول:** خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے محبت بھی اسی لئے دنیا بھر کے انسانوں پر فایق و برتر ہوگئی کہ ان کے ذریعے سے ہمیں خدا کا راستہ ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک باپ بیٹے اور پورے عالم انسانیت سے محبوب تر نہ ہوجاؤں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو نور ہدایت لے کر آئے، اس کے سوا ہدایت کا کوئی وجود نہیں اور انسان کے لئے سب سے پہلی چیز ہدایت حق ہے، اس کے بعد تمام رشتے آتے ہیں اور خود رشتوں کے واجبات نیز ان کی تکمیل وسرانجام کے طریقے بھی ہمیں اسی نور ہدایت سے ملے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ہماری زندگی میں مشعل راہ بنا۔

**خدا سے محبت کی عملی راہ:**

یہ بھی بتادیا کہ خدانے بزرگ وبرتر سے محبت کی عملی راہ خدا کے بندوں کی محبت سے ہوکر گزری ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا سے محبت کرے، اسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی کی پیروی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں خدا کے بندوں سے محبت کرنا سیکھے۔ اقبالؒ نے مندرجہ ذیل شعر میں اسلام کے اسی پاکیزہ مقصد کا نقشہ کھینچا ہے۔

خدا کے بندے تو ہیں ہزاروں بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے

میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

قرآن مجید اور احادیث میں خدا کے بندوں سے پیار کے لئے جو کچھ موجود ہے اس کا خاصا بڑا حصہ جا بجا پیش کیا جا چکا ہے اور اعادہ غیر ضروری ہے۔ اس دنیا میں نگرانی اور دیکھ بھال کے محتاجوں کی کوئی صنف ایسی نہیں جس کے لئے مختلف صورتوں میں انفاق کے احکام موجود نہ ہوں۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کی اعانت، بیواؤں، مسکینوں اور امیروں کی امداد، غلاموں کو غلامی سے چھڑانا، مسافروں کی خبر گیری، قرض کے بوجھ سے دبے ہوئے لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے سہارا دینا۔ غرض کون سی ضرورت ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں آیا؟ واضح رہے کہ اسیروں سے مراد وہ لوگ نہیں جو جرموں کے ارتکاب کے بعد جیل خانوں میں چلے جاتے ہیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنگ میں پکڑے جائیں یا زمانہ ماضی کی طرح اب کوئی ظالم شخص کسی کو گرفتار کرکے اپنا کام لینے لگے۔

جہاں صحیح اسلامی معاشرہ موجود ہو اور اس کے تمام افراد اپنے واجبات کتاب وسنت کے مطابق پورے کریں، وہاں کوئی ایسا محتاج نظر ہی نہیں آسکتا، جسے کسی کی طرف حسرت بھری نظر سے دیکھنے یا ہاتھ پھیلانے کی ضرورت ہو۔ ارباب استطاعت کا اسلامی جذبہ خیر نیز محتاج کی اسلامی خودداری اور عزت نفس، دونوں اپنی جگہ کارفرما ہوں گے۔ پہلے گروہ کے نزدیک انفاق اسی طرح واجب ہے، جس طرح خود اس گروہ کے لئے ذاتی ضروریات پورا کرنا واجب ہے محتاج کسی سے نہیں لیتا کہ اس کا ممنون ہو۔ اللہ نے اس کا حصہ مقرر کردیا ہے اور وہ اپنا حصہ لیتا ہے۔ یہ اسلام تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بھر کے انسانوں کے لئے لائے تھے۔

**حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات:**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات بھی ملاحظہ کرلیجئے۔ فرمایا:

۱۔ خدا کی رحمت انہی بندوں کے لئے ہے جو خدا کے بندوں کے لئے رحمت رکھتے ہیں۔

۲۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

۳۔ جو شخص رحم کرے گا، اگرچہ ایک چڑیا ہی کے لئے کیوں نہ ہو، خدا اس پر رحم کرے گا۔

۴۔ من لا یرحم لا یرحم یعنی جو شخص رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

۵۔ ایک اعرابی نے نماز پڑھتے ہوئے دعا کی کہ اسے اللہ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کر اور ہمارے ساتھ اور کسی پر رحم نہ کر۔ جب وہ نماز ادا کرچکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے بہت وسعت والے کا دروازہ تنگ کردیا۔

اعرابی نے یہ دعا بری نیت سے نہیں کی تھی، اس کے تصورات ہی اس قسم کے

تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا دیا کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے۔تمام انسانوں کے لئے بھلائی مانگنے سے بھی اس کی رحمت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

**صفات الٰہی کا پر تو:** انسانیت کی تکمیل یہ ہے کہ صفات الٰہیہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تشبہ پیدا کیا جائے یعنی اتنا تشبہ جتنا انسان کے بس میں ہو۔ان صفات کا عکس انسان کے آئینہ فکر وعمل میں ٹھیک ٹھیک اتارنے کے لئے کوئی سعی اٹھا نہ رکھنا چاہیے۔قرآن مجید ہم میں خدا کی رحمت کا تصور پیدا کرنا چاہتا ہے تو صرف اس لئے کہ ہم بھی سراپا رحمت بن جائیں۔ اسی طرح قرآن خدا کی ربوبیت، رافت، شفقت اور احسان نیز دوسری صفات کا نقشہ کھینچتا ہے تاکہ ہم میں بھی بقدر ہمت واستطاعت انہی صفات کا جلوہ نمودار ہو۔

قرآن ہمیں بار بار سناتا ہے کہ خدا کی بخشش ودرگزر کی کوئی انتہا نہیں اور اس طرح ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم میں بھی اس کے بندوں کے لئے بخشش ودرگزر کا غیر محدود جوش پیدا ہوجانا چاہیے۔ اگر ہم اس کے بندوں کی خطائیں بخش نہیں سکتے تو ہمیں کیا حق ہے کہ اپنی خطاؤں کے لئے اس کی شایشوں کا انتظار کریں۔(ترجمان القرآن جلد اول طبع دوم ص ۱۰۲)

یہ آخری فقرہ اس حدیث پر مبنی ہے کہ **من لا یرحم لا یرحم**

**احکام وشرائع اور تلقینات**

جس حد تک احکام وشرائع کا تعلق ہے، جزاء سیئة سیئة مثلها (برائی کا بدلہ ایسی ہی برائی) اپنی جگہ قائم ہے کیونکہ تمام انسان حوصلے اور ہمت میں یکساں نہیں ہوتے اور نہ ہر جرم ایسا ہوتا ہے کہ بخشا جائے تو مرتکب پر یا معاشرے کے حالات پر بہر حال اچھا اثر پڑے گا۔تاہم کتاب الٰہی کی تلقینات ہر لحظہ پیش نظر رہنی چاہئیں، جو عزیمت کی متقاضی میں مثلاً

۱۔پھر جس نے درگزر کیا اور معاملے کو بگاڑنے کی جگہ سنوار لیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔(شوریٰ:۴۰)

۲۔اور جو کوئی برائی پر صبر کرے اور بخش دے تو یقینا یہ اولوالعزمی کی بات ہے۔(شوریٰ:۴۳)

۳۔خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں اللہ کے لئے خرچ کرنے والے، غصے کو پی جانے والے ہم جنسوں کے قصور بخش دینے والے، اللہ کی محبت انہی محسنین کے لئے۔(آل عمران:)

۴۔اور جن لوگوں نے اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے (تلخی وناخوشگواری، صابرانہ برداشت کرلی۔نماز قائم رکھی، ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور علانیہ (ہمارے بندوں کے لئے) خرچ کرتے رہے اور برائی کا جواب برائی سے نہیں بلکہ نیکی سے دیا تو یقین کرو کہ یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا بہتر ٹھکانا ہے۔(رعد:۲۲)

۵۔اور اگر تم بدلا لو تو چاہیے کہ جتنی اور جیسی برائی تمہارے ساتھ کی گئی۔ٹھیک اسی کے مطابق بدلا لو اور اگر تم برداشت کرجاؤ تو صابروں کے لئے برداشت کرلینا ہی بہتر ہے۔(نحل:۲۶)

**اللہ کی بے پایاں رحمت:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی ہے جس کے ذریعے سے خدا سے قدوس کی بے پایاں اور لامتناہی رحمت کی بشارت بندگانِ خدا کو ملی۔قرآن مجید کا ارشاد ہے:

**رحمتي وسعت کل شئی** (الاعراف:۱۵۶) میری رحمت کا یہ حال ہے کہ ہر شے پر چھائی ہوئی ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمر کی روایت ہے کہ ایک موقع پر کچھ قیدی آئے۔ان میں سے ایک عورت کو بچہ مل گیا، جو اس کا تھا۔دیکھتے ہی ماںتا کی خاص تڑپ کے ساتھ اسے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔بچہ مل جانے کی خوشی اور دودھ پلانے کی پرسرور تسکین سے وہ بظاہر اس درجہ سرشار ہوگئی کہ گردوپیش اور ماحول کا بھی کچھ خیال نہ رہا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھ کر فرمایا:

**اترون هذه طارحة ولدها فی النار؟ قلنا: لا وهي تقدر ان لا تطرحه فقال اللہ راحم بعباده من هذه بولدها**

تمہارا کیا خیال کہ آیا یہ عورت اپنا بچہ آگ میں ڈال دینے کے لئے تیار ہوجائے گی؟ ہم نے عرض کیا کہ جب تک اس کی طاقت وقدرت میں ہے کبھی نہ ڈالے گی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اپنے بندوں کے لئے اس سے زیادہ رحیم ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے کے لئے ہے۔

انسانوں، حیوانوں، پرندوں، چرندوں، درندوں وغیرہ میں سے کسی گروہ کو لے لیجئے، بچے کے لئے ماں کی ماںتا سے بڑھ کر پرخلوص محبت کا نظارہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماںتا کا نظارہ دیکھ کر بندوں کے لئے اللہ کی رحمت کا ذکر فرمادیا اس محبت کا نقش لوگوں کے قلوب وارواح پر جمادینے کی صورت اس کے سوا کیا تھی کہ دنیا کی بہترین محبت سے بہ طور مثال کام لیا جائے۔حقیقۃ بندوں سے اللہ کی محبت کا صحیح اندازہ پیش کرنے کی دل نشیں تر صورت کون سی ہے؟

**جزئیات مسائل:** اگر آپ بعض امور کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی جزئیات سامنے رکھ لیں تو یقین ہے کہ سراپا حیرت زدہ رہ جائیں گے کیوں کہ آج تک کائنات انسانیت کا کوئی بڑے سے بڑا عالم فلسفی یا کوئی اور شخص ایسا استقصا نہیں کرسکا۔تاہم وہ بیان کردی جائیں تو آپ کے قلب وروح سے بے اختیار صدا بلند ہوگی، بلاشبہ ان میں سے ہر جزئیہ حق ہے۔مثلاً ایک مرتبہ پڑوسیوں کے حقوق کی نشان دہی فرماتے ہوئے ارشاد ہوا۔

۱۔اگر پڑوسی بیمار ہو تو اس کی عیادت اور خبر گیری کی جائے۔

۲۔اگر وہ انتقال کرجائے تو اس کے جنازے کا ساتھ دو یعنی تدفین میں ہاتھ بٹاؤ۔

۳۔اگر وہ ضرورت مند ہو اور تم میں استطاعت ہو تو اسے قرض دو۔

۴۔اگر وہ کوئی برا کام کر بیٹھے تو اس کی پردہ پوشی کرو۔

۵۔اگر اسے کوئی نعمت یا مال ملے تو مبارک باد دو (جس سے دلی مسرت کا اظہار مقصود ہوتا ہے)

۶۔ اگر اس پر کوئی مصیبت آپڑے تو اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرو۔

۷۔ اپنے گھر کی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ پڑوسی کے گھر کی ہوا رک جائے۔

۸۔ جب تمہارے گھر میں کوئی اچھا کھانا پکے تو کوشش کرو کہ تمہاری ہنڈیا کی مہک پڑوسی اور اس کے بال بچوں تک نہ پہنچے۔ یہ ان کے لئے باعث ایذا ہوگی یا اپنے اوپر لازم کرلو کہ اس کھانے کا کچھ حصہ پڑوسی کے گھر بھی بھیجو گے۔

پھر پڑوسیوں کی قسمیں بتائیں یعنی:

۱۔ غیر مسلم جس کے ساتھ رشتہ داری بھی نہیں نچلے درجے کا پڑوسی ہے یعنی اس کے بھی حقوق ہیں، مگر دوسروں سے کم۔

۲۔ مسلم پڑوسی جس کے ساتھ رشتہ داری نہ ہو، اس کا درجہ پہلے کے مقابلے میں بلند تر ہے۔

۳۔ رشتہ دار مسلم پڑوسی یعنی پڑوسی بھی، مسلم بھی اور رشتہ دار بھی یہ سب سب سے اونچے درجے پر فائز ہے۔

آپ کو ان جزئیات کی کوئی مثال کسی دوسری جگہ مل سکے تو مہربانی فرما کر پیش کردیجئے اور یہ صرف ایک مسئلے کے متعلق ہے۔ ہر مسئلے میں آپ کو ایسی ہی جزئیات ملیں گی جو سامنے آجائیں تو اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ بھی واقعی جزئیات ہیں ورنہ کسی کی نظر ان گہرائیوں پر جا ہی نہیں سکتی۔

بنیادی امر: یہ پاک دین تھا، جس کی دعوت کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اسلام کا خدا رؤف ورحیم۔ اسلام کے پیروؤں کو زیادہ سے زیادہ رحمت ومحبت، شفقت اور عفو ودرگزر کی تعلیم دی گئی تھی۔ عالم انسانیت کی اصلاح ودرستی کا کار اہم اسی طرح بوجہ احسن پورا ہوسکتا تھا۔ بلاشبہ بدلے کی گنجائش رکھی گئی، کیونکہ تمام انسان عزم الامور کی ترازو میں پورے نہیں اتر سکتے، لیکن ترجیح عزم الامور ہی کو حاصل ہے اور مقاصد اصلاح ودرستی کو جلد سے جلد پایہ تکمیل پر پہنچانا بھی عزم الامور ہی کے ذریعے سے ممکن ہے۔

اصلاح کے سلسلے میں بنیادی امر یہ ہے کہ جن کی اصلاح مقصود ہو، انھیں سب سے پہلے یہ یقین ہوجائے کہ ان کے ساتھ داعیٔ اصلاح کو دلی ہمدردی ہے۔ یہ یقین داعی کے بلند طرز عمل ہی سے پیدا ہوسکتا ہے۔ جیسے جیسے دائرہ اصلاح پھیلتا جائے گا فتنہ وفساد کا ازالہ ہوتا جائے گا۔ نئے نئے داعی بروئے کار آئیں گے۔ اس طرح رحمت خداوندی سے کیا بعید ہے کہ کروڑوں انسان تھوڑے ہی عرصے میں رہ حق پر لگ جائیں۔ يَدْخُلُونَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا ایک منظر وہ تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے مبعوث ہونے کی ضرورت پوری کردی يَدْخُلُونَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کا آخری منظر ابھی باقی ہے۔ جب شش جہت سے اعتراف رحمۃ للعالمین کی صدائے حق بلند ہوگی اور کائنات انسانیت کے لبوں پر اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ وسلم کا ترانہ ہوگا۔

**عظیم ترین محسن انسانیت:**

آپ نے کبھی سوچا کہ خونی رشتے سے بڑھ کر سچی، پرخلوص اور مستحکم محبت پیدا کرنے کے مؤثر ترین وسائل کیا ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات پر ایک سرسری نظر ڈال لیجئے آپ کو یقین ہوجائے گا کہ انسانیت پر اس بنیادی اور دوامی احسان کے لئے جو طریقے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائے۔ ان سے بہتر اور حصول مقصد کے لئے موثر ذریعے کوئی نہیں ہوسکتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بدگمانی سے دور رہو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولو۔ عیب جوئی نہ کرو۔ باہم بغض نہ رکھو اور بھائی بھائی ہوجاؤ۔ (صحیح بخاری کتاب النکاح باب لایخطب علی خطبۃ اخیہ)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

آپس میں بغض نہ رکھو، باہم حسد نہ کرو۔ آپس کے تعلقات نہ توڑو اور خدا کے بندو! بھائی بھائی ہوجاؤ۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے ساتھ تین روز سے زیادہ قطع تعلق رکھے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب)

حضرت جابرؓ کا بیان ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب تم میں سے کسی کے ہاں سالن پکے تو اسے چاہیے کہ شوربا زیادہ کرلے۔ پھر اس میں سے کچھ پڑوسی کو بھی بھیج دے۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (یعنی میری جماعت میں سے نہیں) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کر مزے سے سوجائے جب اس کے پہلو میں رہنے والا پڑوسی بھوکا ہو اور پیٹ بھر کر سوجانے والے کو علم ہو کہ پڑوسی بھوکا ہے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے کتنے مدعی ہیں جو حقیقی ایمان کی اس میزان میں پورے اتر سکتے ہیں؟ جو لوگ محض اتفاقات کی بنا پر کچھ عرصے کے لئے امر وحکم میں شریک ہوجاتے ہیں، وہ اپنے عالی شان ایوانوں میں اس طرح پیٹ بھر کر سوتے ہیں کہ لاکھوں بھوکوں اور محتاجوں کا احساس تک انھیں نہیں رہتا۔ احساس ہو تو تڑپ کر باہر نہ نکل آئیں؟ احساس ذمہ داری ان بزرگوں کو تھا جو راتوں کو جگہ جگہ خفیہ دورے کرکے اندازہ کیا کرتے تھے کہ کوئی ستم زدہ ان کے دائرہ علم سے باہر تو نہیں رہ گیا؟ پھر دیکھئے ارشاد کا مدعا جہاں یہ ہے کہ مختلف انسانی حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے وہاں یہ بھی ہے کہ ان میں وہ محبت، وہ رحمت اور وہ شفقت بروئے کار آجائے جو خونی رشتوں میں بہت کم نصیب ہوتی ہے۔ اگر انسانیت کا کوئی محسن اس عظمت وشان کا ہے تو اس کا نشان بتایئے۔ یہ منصب ازل سے رحمۃ للعالمین کے لئے خاص ہوگیا۔ (مولف)

(ماخوذ: رسول رحمت)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

# عورت اور پردہ

مولانا ابوحمدان اشرف فیضی

**عورت کا اصل مقام گھر ھے:** پردہ عفت وپاک دامنی کا اہم ذریعہ ہے، باپردہ عورت کی عزت وعصمت محفوظ رہتی ہے، کوئی شہوت کی نظر اس پر نہیں ڈالتا اور نہ اس سے چھیڑ چھاڑ کیا جاتا ہے، اسی لیے قرآن مجید میں خواتین کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا اور بے پردہ ہوکر، زیب وزینت کا اظہار کرتے ہوئے گھروں سے باہر نکلنے سے منع کیا گیا، ارشاد ربانی ہے: **وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى [الأحزاب: ٣٣]** اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔ اور حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: المرأةُ عَوْرَةٌ، وإنَّها إذا خرَجتْ استشرَفَها الشَّيطانُ، وإنَّها لتكونُ أَقْرَبَ إلى اللهِ منها في قَعْرِ بَيتِها **[أخرجه الطبراني في المعجم الأوسط: ٢٨٩٠، السلسلة الصحيحة: ٢٦٨٨، صحيح الترغيب: ٣٤٤]** عورت مکمل چھپانے کی چیز ہے اور بے شک جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے گھور گھور کر دیکھتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندر ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ جب عورت گھر میں ہوتی ہے تو وہ شیطانی نظروں سے محفوظ رہتی ہے چاہے وہ انسانی شیطان ہوں یا جناتی شیطان اور گھر میں رہنے سے وہ اللہ کی رحمت کے بھی قریب ہوتی ہے، اس کے برعکس وہ عورتیں جو بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہیں ان کی عزت وعصمت محفوظ نہیں رہ سکتی۔

**اسلام میں پردہ کا حکم:** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاۗءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۭ [الأحزاب: ٥٣]** جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کے لیے کامل پاکیزگی یہی ہے۔ یہ آیت آیت حجاب کہلاتی ہے، پردے کی فرضیت سے متعلق پہلی آیت ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر نازل ہوئی، جیسا کہ حدیث میں ہے، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول: يَدْخُلُ عَلَيْكَ البَرُّ وَالفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ المُؤْمِنِينَ بِالحِجَابِ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الحِجَابِ **[صحيح البخاري: كِتَابُ التَّفْسِيرِ، سُورَةُ الأَحْزَابِ، وَقَالَ مُجَاهِدٌ: صَيَاصِيهِمْ: قُصُورِهِمْ، بَابٌ: قَوْلُهُ: لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ: ٤٧٩٠]** آپ کے پاس اچھے برے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں، کاش آپ ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دے دیں۔ اس کے بعد اللہ نے پردہ کا حکم اتارا۔

اور فرمایا: **يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا [الأحزاب: ٥٩]** اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [النور: ٣١]** مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے یا غلاموں کے یا ایسے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے، اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

**صحابیات میں پردہ کا اهتمام:** صحابیات میں پردے کا کیسا جذبہ تھا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: يَرْحَمُ اللَّهُ نِسَاءَ المُهَاجِرَاتِ الأُوَلَ، لَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ: **وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ [النور: ٣١]** شَقَّقْنَ مُرُوطَهُنَّ فَاخْتَمَرْنَ بِهَا **[صحيح البخاري: كِتَابُ التَّفْسِيرِ، سُورَةُ النُّورِ، بَابٌ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ: ٤٧٥٨]** اللہ تعالیٰ اولین مہاجرین کی عورتوں پر رحم فرمائے جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادریں

پھاڑ کر اس کا خمار (حجاب) بنالیا یعنی اپنے چہروں کو چھپالیا۔ دوسری حدیث میں ہے: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ: يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ، خَرَجَ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِنَّ الْغِرْبَانَ مِنَ الْأَكْسِيَةِ [سنن أبي داود: كِتَابٌ: اللِّبَاسُ، بَابٌ: فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ: ۴۱۰۱، صحيح] ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب آیت کریمہ: يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ [الاحزاب: ۵۹] وہ اپنے اوپر چادر لٹکالیا کریں۔ نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں (اس طرح باپردہ ہوکر) نکلیں کہ سیاہ چادروں کی وجہ سے ایسا لگتا کہ گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوئے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابیات مسجدوں میں نمازوں کے لیے باپردہ آیا کرتی تھیں، حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْفَجْرِ، مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ، ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ، لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغَلَسِ [صحيح البخاري: كِتَابٌ: مَوَاقِيتُ الصَّلَاةِ، بَابٌ وَقْتِ الْفَجْرِ: ۵۷۸] مسلمان عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر پڑھنے چادروں میں لپٹ کر آتی تھیں۔ پھر نماز سے فارغ ہوکر جب اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو انہیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی شخص پہچان نہیں سکتا تھا۔

اسی طرح عیدین میں شرکت کے لیے پردے کا اہتمام کرتی تھیں، حدیث میں ہے: عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ، قَالَتْ: أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى، الْعَوَاتِقَ، وَالْحُيَّضَ، وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ، وَيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ، وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِحْدَانَا لَا يَكُونُ لَهَا جِلْبَابٌ، قَالَ: لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا [صحيح مسلم: كِتَابٌ: صَلَاةُ الْعِيدَيْنِ، بَابٌ: ذِكْرُ إِبَاحَةِ خُرُوجِ النِّسَاءِ فِي الْعِيدَيْنِ: ۸۹۰] ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم کنواری جوان لڑکیوں، حیض والیوں اور پردہ والیوں کو عیدالفطر اور عید قرباں میں لے جائیں، حیض والیاں نماز کی جگہ سے الگ رہیں اور حاضر ہوں اس کار خیر میں اور مسلمانوں کی دعا میں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہیں ہوتی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی بہن اسے اپنی چادر میں اڑھا لے۔ سبحان اللہ! غور کریں کہ پردے کا حکم خواتین کے لیے کس قدر تاکیدی ہے کہ اس عظیم الشان عمل کی ادائیگی کے لیے بھی اگر کسی خاتون کے پاس چادر نہیں ہے تو دوسری بہن کی چادر اوڑھ کر جائے بہر حال باحجاب گھر سے نکلے۔

**بے پردگی ایک سنگین گناہ:** بے پردگی ایسا گناہ کبیرہ ہے جس سے بچنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے تھے اور بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ اسے ذکر کیا ہے، حدیث میں ہے: جَاءَتْ أُمَيْمَةُ بِنْتُ رُقَيْقَةَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُبَايِعُهُ عَلَى الْإِسْلَامِ، فَقَالَ: أُبَايِعُكِ عَلَى أَنْ لَا تُشْرِكِي بِاللهِ شَيْئًا، وَلَا تَسْرِقِي، وَلَا تَزْنِي، وَلَا تَقْتُلِي وَلَدَكِ، وَلَا تَأْتِي بِبُهْتَانٍ تَفْتَرِينَهُ بَيْنَ يَدَيْكِ وَرِجْلَيْكِ، وَلَا تَنُوحِي، وَلَا تَبَرَّجِي تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى [مسند أحمد: مُسْنَدُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو: ۶۸۵۰، حسن، جلباب المرأة: ۱۲۱، إسناده حسن والطبري في تفسيره: ۳۴۳/۲۳، والطبراني كما في مجمع الزوائد، للهيثمي: ۴۱/۶] امیمہ بنت رقیقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بیعت لیتے ہوئے) فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گی، چوری نہیں کروگی، نہ بدکاری کروگی، نہ اپنی اولاد کو قتل کروگی اور نہ کسی پر بہتان تراشی کروگی، نوحہ نہیں کروگی، اور نہ ہی جاہلیت اولی کی طرح بے پردگی کروگی۔

آخرت میں بھی ان کے لیے سخت وعید وارد ہے، ان کا جنت میں جانا تو دور کی بات ہے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گی، حدیث نبوی ہے: صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا، قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ، وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ، مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ، رُءُوسُهُنَّ كَأَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ، وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا، وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ كَذَا وَكَذَا [صحيح مسلم: كِتَابٌ: اللِّبَاسُ وَالزِّينَةُ، بَابٌ: النِّسَاءُ الْكَاسِيَاتُ الْعَارِيَاتُ، الْمَائِلَاتُ الْمُمِيلَاتُ: ۲۱۲۸] دو قسم کے جہنمی لوگوں کو ابھی میں نے نہیں دیکھا، ایک وہ (ظالم) قوم جن کے ہاتھوں میں گائے کے دموں کی طرح کوڑے ہوں گے جس سے وہ لوگوں کو مار رہے ہوں گے، دوسرے وہ عورتیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، خود مائل ہونے والی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح مائل ہوں گے، وہ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی جب کہ جنت کی خوشبو اتنی اور اتنی مسافت تک پائی جاتی ہے۔

**پردہ مرد کی غیرت کی دلیل ھے:** ایک باغیرت شوہر اپنی بیوی کو، باغیرت والدین اپنی بیٹی کو، باغیرت بھائی اپنی بہن کو بے پردہ بازاروں میں زیب و زینت کا اظہار کرتے ہوئے دیکھنا گوارا نہیں کرسکتا، اگر کوئی عورت، بہن بیٹی گھر سے بے پردہ نکل رہی ہے تو اس کا لازمی مطلب ہے کہ گھر میں باغیرت افراد نہیں ہیں، اکبرالہ آبادی نے اسی حقیقت کی ترجمانی ان اشعار میں کی ہے۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبؔر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

جب مرد بے غیرت ہوگئے تو عورتیں بے پردگی کا مظاہرہ کرنے لگیں۔

**شرعی حجاب:** شریعت میں پردہ صرف برقعہ پہننے کا نام نہیں ہے بلکہ درج ذیل چیزوں کا پردہ کامل پردہ کہلاتا ہے:

**پورے جسم کا پردہ:** عورت کے لیے ضروری ہے کہ سرتا پیر پورے جسم کو چھپائے کیوں کہ عورت مکمل چھپانے کی چیز ہے، حدیث نبوی ﷺ ہے: الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ [سنن الترمذي: أَبْوَابُ الرَّضَاعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: ١١٧٣، صحيح] عورت (سراپا) پردہ ہے۔

**لباس کا پردہ:** لباس مکمل ساتر ہو، پورے جسم کو چھپاتا ہو، ایسا نہ ہو کہ لباس پہن کر بھی بے پردہ ہو، اس طرح سے کہ لباس چھوٹا ہو، تنگ ہو، باریک ہو، جس کی وجہ سے جسم کے نشیب وفراز ظاہر ہو رہے ہوں۔

کپڑے کے دریچوں سے بدن جھانک رہے ہیں

جیسا کہ موجودہ برقعوں کی صورتحال ہے، برقعہ اس قدر تنگ، پرکشش اور جاذب نظر ہوتا ہے کہ برقعے کو بھی برقعہ پہنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

حدیث نبوی میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ [صحيح مسلم: كِتَابُ: اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ، بَابُ: النِّسَاءُ الْكَاسِيَاتُ الْعَارِيَاتُ، الْمَائِلَاتُ الْمُمِيلَاتُ: ٢١٢٨] اور کچھ عورتیں ایسی ہوں گی جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔

**آواز کا پردہ:** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا [الأحزاب: ٣٢] اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہو وہ کوئی غلط توقع لگا بیٹھے، اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو۔

نماز میں امام کو غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے مرد حضرات آواز سے سبحان اللہ کہیں گے مگر خواتین ہتھیلی پر ہتھیلی مار کر متنبہ کریں گی۔ حدیث نبوی ﷺ ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ [صحيح البخاري: أَبْوَابُ: الْعَمَلُ فِي الصَّلَاةِ، بَابُ: التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ: ١٢٠٣] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (نماز میں اگر کوئی بات پیش آجائے تو) مردوں کو سبحان اللہ کہنا اور عورتوں کو ہاتھ پر ہاتھ مارنا چاہیے۔ یعنی اپنے دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کو بائیں ہاتھ کے اوپر (الٹی جانب) مارے۔

**زیورات کا پردہ:** اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ [النور: ٣١] اور گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بالکل مارے رہے، اور اپنی آرائش کو ظاہر نہ کریں۔

**عورت کی خوشبو بھی پردہ ہے:** فرمان نبوی ﷺ ہے: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ، وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ [سنن الترمذي: أَبْوَابُ الْأَدَبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ: مَا جَاءَ فِي طِيبِ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ: ٢٧٨٧، صحيح] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردوں کی خوشبو وہ ہے جس کی مہک پھیل رہی ہو اور رنگ چھپا ہوا ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو لیکن مہک اس کی چھپی ہوئی ہو۔

☆☆☆

## عید قرباں

عید قرباں جذبۂ ایثار کا اظہار ہے
یہ خلیل اللہ کی سنت کا اک کردار ہے

باپ بیٹے نے رقم کردی ہے اک نادر مثال
جاں نثاری کے لئے پیغمبری تیار ہے

ہاجرہ کی مامتا بھی حکم رب پر ہے نثار
جس کے آگے وسوسہ شیطان کا بیکار ہے

تا قیامت مٹ نہیں سکتی یہ زندہ یادگار
امتحان رب کا پھلتا پھولتا گلزار ہے

دے رہی ہے عید قرباں رب کی قربت کا پیام
دین پر مٹنے کا جذبہ ہر گھڑی درکا رہے

جو ادا کرتے ہیں قربانی بڑے ہیں خوش نصیب
ہے بڑا محروم جو اس کام سے بیزار ہے

میرے مولیٰ سب کو قربانی کی توفیق دے
یہ دعا سالک کی سن لے تو ہی پالنہار ہے

سالک بستوی ایم اے

تحریر: ڈاکٹر عبادہ عبدالفتاح ابراہیم (ماہرہ تربیت اطفال)
مولانا عبدالمنان شکراوی

# اپنے بچوں کے مستقبل کا نقشہ کیسے تیار کریں؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ (تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے۔) امت محمد یہ ایسی امت ہے جسے اللہ تعالی نے تمام امتوں میں امتیاز بخشا ہے یہاں تک کہ یہ امتیاز اس کی پہچان اور نمایاں صفت بن گیا ہے۔ممتاز ہونا اور تفوق حاصل کرنا نیک لوگوں کا مقصد قرار پایا ہے۔حکمت ودانائی کا ایک مقولہ ہے کہ زندگی کی اس وقت تک کوئی قیمت نہیں جب تک کہ ہم اس میں کوئی ایسی چیز نہ پالیں جس کو لے کر مقابلہ آرائی کریں یعنی زندگی کا لطف تبھی حاصل ہوتا ہے جب ہم کوئی مقصد بنالیں اور اسے پانے میں منہمک رہیں۔ ہمارے بچے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔ہم میں سے کون نہیں چاہتا کہ اس کے بچوں کو مستقبل میں امتیازی حیثیت حاصل ہو۔بچوں کی تربیت اور ان کو صحیح راستے پر لگانا اور ان کی دیکھ بھال کرنا ماں باپ کا کام ہے کیونکہ یہ بہت بھاری امانت اور بڑی ذمہ داری ہے جس کے بارے میں اللہ کے سامنے ہم جوابدہ ہوں گے۔صحیحین کے اندر ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے: تم میں ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

افزائش کے مرحلوں میں بچپن کا مرحلہ سب سے اہم ہے۔یہ فرد کی ساخت کا مرحلہ ہے جس میں اس کی جسمانی، ذہنی، جذباتی اور سماجی ترقی ہوتی ہے۔اور انسان کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔اس مرحلے میں اس کی اہم صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں نیز مستقبل میں بچہ کیا بن سکتا ہے یہ بھی ظاہر ہوجاتا ہے۔ دھیان رہے کہ اسلام نے تربیت کے معاملے کو ماں باپ کی خواہشات کا غلام نہیں بنایا ہے بلکہ اس کے لیے تین مرحلے متعین کردیے ہیں جن سے گزرتے ہوئے بچوں کی تربیت ہوتی ہے۔

**تربیت کے مراحل:** وقت پیدائش سے لیکر سات سال تک پہلا مرحلہ ہے جو بچے کے کھیل کود اور خوش طبعی کا وقت ہے۔دوسرا مرحلہ آٹھ سال سے لیکر چودہ سال تک ہے جو اس کی تعلیم اور باادب بنانے کا ٹائم ہے۔تیسرا مرحلہ چودہ سال سے لیکر اکیس سال تک ہے جو سن بلوغت میں قدم رکھنے کی مدت ہے۔مذکورہ تمام مراحل میں والدین تربیت کے ناحیے سے مختلف انداز اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ ہر حال میں محفوظ رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو گزری نسلوں اور زمانوں میں بہترین معلم ومربی تھے۔زمانہ جتنا بھی تغیر پذیر رہا ہو، بچوں کی تربیت کے سلسلے میں آپ کی تعلیمات ماں باپ کی پوری رہنمائی کرتی ہیں۔حکماء نے کہا ہے: ''بچے سے سات سال نرمی برتو، سات سال ادب سکھاؤ اور سات سال دوست بنا کر رکھو اور اس کے بعد اس کی رسی ڈھیلی چھوڑ دو'' تازہ ترین مطالعات کے مطابق پیدائش سے لیکر پانچ سال تک کے بچے نوے فیصد تخلیقی تھے۔اور سات سال تک پہنچتے پہنچتے یہ فیصد دس رہ گیا۔جب وہ آٹھ سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو یہ صلاحیت صرف دو فیصد رہ جاتی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظام تعلیم اور سماجی رسم ورواج، صلاحیتوں کو ختم کرنے اور نشانات کو دھندلا کرنے میں اپنا کام کرتے ہیں۔حالانکہ ان کے اندر اس کے تحفظ بلکہ ترقی دینے اور ڈولپ کرنے کی پوری قدرت حاصل تھی۔ہمارا اس بات پر پورا ایمان ویقین ہے کہ ہر بچے کے اندر ایک خصوصیت ہوتی ہے جو اسے دیگر بچوں سے ممتاز کرتی ہے۔اسی طرح ہمارا اس بات پر ایمان ویقین ہے کہ یہ چیز ماحول اور موروثی عوامل کے درمیان تعامل کا نتیجہ ہے۔یہ بھی ہے کہ بچپن کا مرحلہ اس بات کے لیے مشہور ہے کہ بچہ اس میں فوری طور پر بات کو سمجھ جاتا ہے، اس کا پک اَپ بہت اچھا ہوتا ہے اور اسے جلد ذہن نشین بھی کرلیتا ہے جبکہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد ذہن ودماغ اور حافظے کی وہ تیزی باقی نہیں رہتی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر خاندان اپنے بچوں کے متعلق چاہتا ہے کہ وہ ممتاز رہیں، ان کے اندر تخلیقی صلاحیت ہوتا کہ وہ ان پر فخر محسوس کرسکیں اور یہ تبھی ہوگا جب محدود ومیسر امکانات کے باوجود بہترین تربیت کا آپ کے اندر نمایاں شعور ہوگا، بصیرت ہوگی اور احوال وظروف کے ادراک کی صلاحیت ہوگی۔چونکہ بچوں کے مستقبل کی تربیت ایک مشن اور بنیاد ہے تو ہم اپنے بچوں کے مستقبل کا خاکہ کیسے تیار کریں کہ ان کی امتیازی شان ہو، تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہوں اور خود کو بھی فائدہ پہنچائیں اور اپنے ملک ووطن ودین ومذہب کے لیے بھی نفع بخش بن سکیں؟

خاکہ بنانے کے لیے کئی اہم چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے:

۱۔اللہ تبارک وتعالی سے مدد طلب کرنا۔

۲۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کو اپنے اور اپنی اولاد کے لیے نمونہ بنانا۔

۳۔ماں باپ کی جانب سے بچوں کے مستقبل کے لیے منصوبہ بندی اور آئندہ کے لیے راستے کی تعیین۔

۴۔بچوں کا مقدور بھر کوشش کرنا۔اس کے لیے انہیں کسی قدر ذمہ داری اٹھانی پڑے گی، استقلال سے کام لینا ہوگا اور اپنے آپ پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ بچوں کے اندر عمر کے مختلف مراحل میں دھیرے دھیرے مستقل مزاجی اور خوداعتمادی سے فائدہ اٹھانے کی عادت ڈالی جائے۔

**نقشہ بنانے سے پہلے ماں باپ کچھ اصول وضع کریں:**

۱۔اپنے بچوں سے پیار کریں اوران کا اوران کی خواہشات کا احترام کریں۔

۲۔ بچے جب کچھ نیا سیکھیں توان کی غلطیوں سے چشم پوشی کریں۔

۳۔ بچے کے لیے خود کی ایک مثبت تصویر بنائیں۔

۴۔بچوں میں خوداعتمادی پیدا کریں۔

۵۔گفتگو بچوں کے ساتھ ہمارے معاملات پر مرکوز ہوتی ہے،اس لیے ان سے تفصیل سے یہ بتانے کے لیے کہا جائے وہ اس سے کیسا محسوس کررہا ہے، اس سے بچے کی ہمت افزائی ہوگی۔

۶۔دوسروں کو فہم وفراست کے ساتھ سننا کیونکہ جس بچے کو دوسروں کی بات اچھے طریقے سے سننے کی عادت ڈالی جائے گی اور اس کی مشق کرائی جائے گی،اس کے اندر دوسروں کے خیالات پر نئے افکاروخیالات تخلیق کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

۷۔ انسانی ترقی،ورزش،زبان،کمپیوٹر کی مہارت،گردوپیش کی معلومات، سائنس وماحولیات وغیرہ وغیرہ مختلف مہارتوں پر بچوں کی ہمت افزائی ہونی چاہیے۔

۸۔بچوں کوتجربات کرنے اورفیصلے لینے کی اجازت دی جائے۔

۹۔اخلاق وآداب سکھانے میں اپنے بچوں کے لیے نمونہ بنیں۔

۱۰۔اپنے بچوں کو وقت کی قیمت بتائیں کیونکہ جو بچے آوارہ گھومتے ہیں اوروقت ضائع کرتے ہیں، وہ دوسروں کا احترام نہیں کرتے۔

**اوراب خاکہ سازی:**

ذاتی پہلو: کردار،نظریات اوراصول جنہیں ہم اپنے بچوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

علمی پہلو:معلومات،علم اورمطالعہ جن کی جانب ہم اپنے بچوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

جذباتی پہلو: جذبات اورنفسیاتی مسائل جن کا بچے کوسامنا ہوسکتا ہے ان کا حل۔

سماجی پہلو: خاندان،دوستوں اور پڑوسیوں اورجس سوسائٹی میں رہائش پذیر ہے ان کے ساتھ تعلقات اوراس کی شکلیں۔

دینی پہلو:عقیدہ،عبادات،قرآن کریم، احادیث شریفہ اورسیرت ان سب کو ہم ان کے سامنے کس طرح پیش کریں؟

صحت کا پہلو: حفظان صحت کے عام اصول،ظاہری رکھ رکھاؤاورذاتی صفائی ستھرائی کا اہتمام۔

ثقافتی پہلو: پڑھائی میں دلچسپی لینا کیونکہ ہم امت اقرأ(یعنی پڑھائی کے لیے ممتاز) ہیں۔اورسائنس،فلکیات اورتاریخ سے لگاؤرکھنا۔

اخلاقی پہلو: بچے اخلاق واقداراوردرست کردارکو اپنی زندگی میں رچائیں بسائیں۔

جسمانی پہلو: بچے فائدہ مندورزش کی پابندی اورصحت بخش غذا لینے کی عادت ڈالیں۔

نوٹ: بچے کے نیک انسان بننے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سامنے کوئی نمونہ ہوجسے وہ اپنے پیش نظر رکھ کراس جیسا بننے کی کوشش کرے۔لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم بچوں کے سامنے اچھے لوگوں کی مثالیں پیش کریں ،نیک لوگوں کے واقعات سنائیں۔یہ بھی پیش نظر رہے کہ بچوں کوضرورت سے زیادہ تحفظ فراہم کرنا انہیں بیکار، بزدل بنادینے کے مترادف ہے۔تربیت کوئی اٹکل پچو کام نہیں کہ یونہی بس اندازے سے ہم بچوں کی تربیت کریں بلکہ ایک منظم عمل ہے جو اصول وضوابط کی بندشوں کے درمیان انجام دیا جاتا ہے۔

**وہ اہم ضابطے جن کے مطابق ماں باپ منصوبہ سازی کریں:**

۱۔بچوں کی پیدائش کے وقت سے ہی،ان سے جڑے رہیں تاکہ ان کے بارے میں ہر چیز جان سکیں۔

۲۔یہ بات ذہن نشین رہے کہ بچپنے میں بچے کے گردوپیش جو بھی ماحول ہوتا ہے وہ اس کے ذہن ودماغ میں پیوست ہوجاتا ہے اور عادت بن جاتا ہے جسے وہ چھوڑ نہیں ہوسکتا۔

۳۔باپ پرلازم ہے کہ وہ بچے کی غلطیوں کی انتہائی نرمی سے اصلاح کرے۔

۴۔بچوں کے مابین عدل وانصاف کا معاملہ بڑی ہی اہمیت کا حامل ہے اس سے ان کے دلوں میں الفت ومحبت پیدا ہوگی اوراختلاف کی گنجائش ختم ہوگی۔

۵۔بچوں کے درمیان اچھا برتاؤان کے ذہن ودماغ میں پیوست ہوجاتا ہے جو ان کی صاف ستھری شخصیت بنانے میں مؤثر کردارادا کرتا ہے۔

۶۔بچوں کو بہلانا پھسلانا اوران کے ساتھ شائستہ انداز میں ہنسی مزاق کرنا بڑوں سے محبت پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس سے وہ سماج ومعاشرے میں بھی جلد گھل مل جائیں گے۔

۷۔بچوں میں بڑی توانائی ہوتی ہے اس کا صحیح استعمال کرنا بے حد ضروری ہے۔

۸۔ماں اور باپ دونوں کا تربیت کا انداز ایک جیسا ہونا چاہیے۔

۹۔بچوں کے درمیان انفرادی فرق کونوٹ کریں اوراس کو مدنظر رکھیں۔

**اہم عادتیں جن کا بچوں کوعادی بنانا بے حد ضروری ہے:**

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک۔

رواداری۔

باہمی مدد اورشراکت۔

ایک دوسرے کی رائے کو قبول کرنے کا جذبہ۔ بڑوں کی نصیحت کو قبول کرنا۔ ایک دوسرے کی ملکیت کا لحاظ۔ ہمدردی و مہربانی۔ کام میں پختگی۔ رازوں کی حفاظت۔ وعدہ وفا کرنا۔

**سب سے اہم ہنر جسے ہم بچوں کے اندر پیدا کریں:**

خاموش رہنے اور بات کو کان لگا کر سننے کا ہنر، تخلیقی سوچ کی مہارت، مشکلات حل کرنے کا ہنر، مواصلات کی مہارت، مقصد کا تعین، منصوبہ بندی کی مہارت

یہ بھی ضروری ہے کہ خالی اوقات کو مفید کاموں میں استعمال کیا جائے تا کہ حصولیابیاں خوشی ومسرت کا سامان بن جائیں نیز ضروری ہے کہ بچوں کو موسم گرما کی تعطیلات میں مفید کاموں میں لگایا جائے جیسے:

۱۔ مسجد میں نمازوں کی ادائیگی۔

۲۔ روزانہ قرآن کریم کی متعینہ مقدار کا حفظ۔

۳۔ حدیث شریف کا حفظ اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم۔

۴۔ روزہ رکھنا اور صدقہ کرنا۔ ممکن ہے کہ ہر مہینے تین دن روزہ رکھنے کی عادت ڈالی جائے اور ہفتہ واری کچھ مقدار صدقہ کرنے کا اہتمام کرایا جائے۔

۵۔ جنرل لائبریریوں کے اشتراک اور مسجد یا گھر میں قصے کہانیوں کی کتابیں، آڈیو کیسٹس، ایل ای ڈی پر مشتمل لائبریری کے قیام کے ذریعہ ثقافتی بیداری میں اضافہ۔

۶۔ بچے کی سیاسی بیداری میں اضافہ کیونکہ موجودہ حالات پر گہری نظر رہیگی تو ان کے بارے میں اپنی ایک رائے قائم کرنے کا موقعہ ملے گا۔ اس کے لیے اخباری بلیٹن اور سیاسی پروگرام دیکھے جائیں، اسی طرح جرائد ومجلّات کا مطالعہ کیا جائے اور ذرائع ابلاغ سے متعلق انٹرنیٹ کا استعمال کیا جائے۔

۷۔ صلاحیتوں اور مہارتوں کو ترقی دی جائے مثلا ڈرائنگ، کلرنگ، شاعری، تحریر، تخلیق، عربی خطاطی اور آرکیڈ وغیرہ کا ذوق پیدا کیا جائے علاوہ ازیں بعض مفید مہارتیں جیسے بجلی کے کام، تجارت، پلمبنگ، پینٹنگ وغیرہ سیکھنے میں بھی دلچسپی لی جائے۔

۸۔ کمپیوٹر کے بعض پروگرام جیسے ورڈ اور پینٹنگ سیکھے جائیں تاکہ اسکرین کے سامنے بیٹھنا زیادہ مفید ہو۔ آپ یہ بھی کرسکتے ہیں کہ بچوں کو قرآنی آیات تحریر کرنے یا سائن بورڈ بنانے جیسے کام دیں۔

۹۔ کچھ مفید کورسز میں شامل ہوں جیسے انگریزی زبان کے کورسز، سول ڈیفینس کورسز اور ہلال احمر (اسلامی ممالک میں طبی خدمات کی تنظیم) وغیرہ۔

۱۰۔ بچوں کے لیے روزانہ جسمانی ورزش کا اہتمام بہت ضروری ہے اور اگر حسب استطاعت بعض ورزشی کھیلوں کے کلب یا یوتھ سینٹرز اور اسکول سمر کلب میں شامل ہوجائیں تو اور اچھی بات ہے۔ لیکن بچوں کی مثبت ومنفی سرگرمیوں پر پینی نظر رکھی جائے۔

۱۱۔ بچے گھر کے کاموں میں تعاون کریں۔ بہتر ہے کہ اس کے لیے چارٹ بنایا جائے تا کہ یہ کام منظم انداز میں ہو اور عملی طور پر بچوں کی گھر کے کاموں میں شرکت کی ضمانت ہوجائے۔

۱۲۔ سماجی تعلقات اور صلہ رحمی کا اہتمام۔ اس کے لیے بہتر ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے ملاقات اور ٹیلی فونک رابطے کا ایک شیڈول بنالیا جائے تا کہ بچوں کو اپنے قریبی رشتہ داروں سے ملنے جلنے کی عادت پڑ جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ دیگر سماجی ضروریات کو بھی شامل کرلیا جائے جیسے پڑوسیوں کا تعاون، مسجد ومدرسے کے دوستوں اور دیگر اچھے اور نیک دوستوں سے ملنے کا پروگرام۔

۱۳۔ اسفار۔ آپ کی کوشش ہونی چاہیے کہ اپنے بچوں کے ساتھ لمبے اور مختصر اسفار کا اہتمام کریں۔ ایک چھوٹا سفر تو ہر ماہ ہونا چاہیے۔ اور ان اسفار میں بچوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانا چاہیے جیسے ان سے کھانا بنوائیں اور وہ پروگرام کے ادوار کے نفاذ میں حصہ لیں لیکن سفر کے اختتام پر ان کی محنت وکوشش پر ان کی تعریف کرنا ہرگز نہ بھولیں۔ اسفار کا پروگرام اس عنوان سے مرتب کیا جاسکتا ہے کہ ''اپنے شہر کو پہچانو'' اس کے ضمن میں عجائب خانوں، پارکوں مختلف سیاحتی مقامات اور یتیم خانوں اور معذوروں کے مراکز جایا جائے۔ اور اس دوران بچوں کو ڈسپلن، سخاوت وفیاضی اور دوسرے لوگوں کی امداد کی تعلیم وترغیب دی جائے اور اس کا عادی بھی بنایا جائے۔

آخر میں یہی کہنا ہے کہ ایک نیک تخلیقی انسان کی انسانیت سازی بہت ہی باریک اور اہمیت کے حامل کاموں میں سے ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کام پر بھرپور محنت کی جائے جس میں صبر وتحمل کی سب سے زیادہ ضرورت پیش آئے گی۔ انسانیت سازی انبیاء علیہم السلام کا مشن ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وامر اهلك بالصلاة واصطبر عليها۔ یعنی اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دو اور اس پر جمے رہو۔ آیت کریمہ میں اصطبر کا جو لفظ آیا ہے یہ بہت زیادہ صبر کا متقاضی ہے۔

بچوں کی تربیت ایسا مشن ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے استعانت ومدد والتجا کی جائے کہ وہ ہمارے بچوں کی اصلاح فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (سورہ فرقان: ۷۴) اے ہمارے رب ہمارے لیے ہماری بیویوں اور اولادو کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

☆☆☆

**معروف مخیر ومحسن جماعت جناب احسان اللہ صاحب باؤٹا کے ماموں زاد بھائی پیر جی احمد اللہ صاحب کا انتقال پُرملال:** یہ خبر نہایت ہی رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے رکن شوری معروف مخیر ومحسن جماعت جناب احسان اللہ صاحب باؤٹامدراس کے ماموں زاد بھائی جناب پیر جی احمد اللہ صاحب طویل علالت کے بعد مورخہ 4/ جون 2023 کو شب کے تین بجے بعمر تقریبا 80/ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جناب احمد اللہ صاحب بڑے خلیق وملنسار اور جماعتی غیرت سے سرشار تھے۔ علماء کے قدر بڑے قدردان تھے اور ان کی مجلسوں میں بڑے انہماک اہتمام سے شریک ہوتے تھے۔ جماعتی کاز سے دلچسپی رکھتے تھے۔ اکابر علماء کی کتابوں کے مطالعہ کے بڑے شوقین تھے۔ مرکزی جمعیت کی ہمہ جہت خدمات کے بارے میں معلومات حاصل کرکے بہت خوش ہوتے تھے۔ پسماندگان میں چار صاحب زادے برکت اللہ، انعام اللہ، ضیاء اللہ، ثناء اللہ دو صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ ان کی نماز جنازہ اسی دن بعد نماز عصر مسجد مبارک مدراس میں ادا گئی۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان و متعلقین خصوصا جناب احسان اللہ بھائی کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

**مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے رکن مجالس عاملہ وشوری ونائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار معروف عالم دین مولانا محمد خورشید عالم مدنی صاحب کی والدہ ماجدہ کا سانحہ ارتحال:** یہ خبر نہایت رنج و افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مشرقی چمپارن بہار کے معروف عالم دین وطبیب مولانا محمد شفیع سلفی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجالس عاملہ وشوری کے رکن، صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے نائب امیر اور ہندوستان کی معروف دینی دانشگاہ جامعہ امام ابن تیمیہ بہار کے سابق نائب رئیس معروف قلمکار وخطیب اور مشہور عالم دین مولانا محمد خورشید عالم مدنی صاحب اور معروف عالم دین مولانا نور الاسلام مدنی صاحب موقر استاد جامعہ امام ابن تیمیہ بہار کی والدہ ماجدہ کا شب کے تقریباً دو بجے طویل علالت کے بعد بعمر تقریبا 100/ سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نہایت خلیق وملنسار، متواضع، مہمان نواز، علماء کی قدرداں، غریب پرور، جذبہ خدمت خلق سے سرشار اور صوم وصلوۃ کی پابند خاتون تھیں۔ گاؤں کے نسواں پرائمری اسکول میں سرکاری معلمہ رہی تھیں، استانی جی سے مشہور تھیں، خدمت خلق کے کاموں میں پیش پیش رہتی تھیں اور کوئی خاتون فوت ہوجاتی تو اس کی میت کو غسل بھی دیتی تھیں۔ اپنے شوہر مولانا محمد شفیع سلفی صاحب رحمہ اللہ کے تمام دینی، دعوتی اور اصلاحی کاموں میں شریک وسہیم اور معاون تھیں اور بچوں کی اعلی دینی تعلیم وتربیت میں ان کا اہم کردار تھا۔ وہ ایک کامیاب ماں اور بہترین معلمہ ومربیہ تھیں۔ اسی دن بعد نماز ظہر دو بجے آبائی وطن دوستیا، مشرقی چمپارن بہار میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

پسماندگان میں مولانا محمد خورشید عالم مدنی اور مولانا نور الاسلام مدنی صاحبان سمیت پانچ صاحب زادے، تین صاحب زادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، پسماندگان و متعلقین خصوصا مولانا محمد خورشید عالم مدنی صاحب، مولانا نور الاسلام مدنی صاحب ودیگر اخوان نور الامام صاحب، ماسٹر بدرالاسلام عرف لاڈلے صاحب اور حافظ نذرالاسلام تیمی صاحب کو صبر و سلوان عطا فرمائے۔ آمین۔ (غم زدہ ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

**شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندر آباد کے امیر معروف عالم دین مولانا محمد شفیق عالم خان جامعی صاحب کو عظیم صدمہ:** یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے امیر معروف عالم دین مولانا محمد شفیق عالم خان جامعی صاحب کے بڑے داماد عزیزم نعیم آفندی بن الحاج عبد الکریم ساکن کاروان، حیدرآباد، جو مورخہ 6/ جون 2023ء کو ایک سڑک حادثے میں شدید زخمی ہوگئے تھے 8/ جون 2023 کو بوقت 3:30/ بجے سہ پہر بعمر تقریبا 30/ سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی دن بعد نماز عشاء ان کی تدفین عمل میں آئی۔ عزیزم نعیم آفندی بڑے خلیق وملنسار تھے اور والدین، رشتہ داروں اور خویش واقارب کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ ریئل اسٹیٹ کا کاروبار تھا۔ تین روز قبل سڑک حادثے میں شدید طور پر زخمی ہوئے تھے، آپریشن بھی ہوا لیکن جانبر نہ ہوسکے۔ پسماندگان میں والدین، اہلیہ، تین بچے، ایک بچی، چار بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔ سب سے چھوٹا بچہ 6/ ماہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، بشری لغزشوں سے درگذر فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان و متعلقین خصوصا مولانا محمد شفیق عالم خان جامعی صاحب اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور بیوی بچوں کا بہترین والی ومحافظ اور کارساز ہو۔ آمین (شریک غم ودعا گو: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وجملہ ذمہ داران)